جماعت کے بعد ذکر بالجہر شرعاً مستحب ہے

عبدِ مصطفٰے غلام رضا

مولانا محمد محبّت علی قادری

جماعت کے بعد ذکر بالجہر

شرعاً مستحب ہے

تصنیف

حضرت علامہ مولانا محمد محبت علی قادری مدظلہ

ناشر

مکتبہ قادریہ سکندریہ

حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ

نام کتاب -------- جماعت کے بعد ذکر بالجہر شرعاً مستحب ہے

تصنیف -------- حضرت علامہ مولانا محمد محبت علی قادری مدظلہ'
ابن محمد علی کھرل

صفحات -------- ۵۶

سرِ ورق -------- محمد آصف عطاری

کمپوزنگ -------- **ورڈز میکر**

طابع -------- میاں جمیل پرنٹرز لاہور

تاریخ اشاعت -------- ۲۶ مئی ۲۰۰۶ء

تعداد -------- ایک ہزار

ناشر -------- مکتبہ قادریہ سکندریہ لاہور

ہدیہ -------- روپے

ملنے کا پتا

مکتبہ قادریہ سکندریہ

حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور

ترتیب

تقریظ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

کچھ عرصہ قبل فاضل علامہ مولانا عبدالغفور نقشبندی دامت برکاتہم جامعہ فاروقیہ رضویہ گھوڑے شاہ لاہور نے ایک کتاب ''نمازی کے پاس بآواز ذکر جائز ہے یا نہیں''؟ لکھ کر شائع کی تھی۔ اب فاضل علامہ مولانا محبت علی دامت برکاتہ سابق مدرس حزب الاحناف' لاہور۔ بنام جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر شرعاً مستحب ہے'' لکھ کر اوّل الذکر علامہ کے نکتۂ نظر سے اختلاف کیا ہے' راقم کی دانست میں ان کا موقف راجح ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے علم وقلم میں برکتیں ورحمتیں فرمائے۔

آج ملکِ پاک میں بے پردگی' بے حیائی اور فحاشی کا سیلاب آیا ہوا ہے۔ ٹی وی پروگراموں میں جس طرح مغربی ممالک اور مادر پدر آزاد لوگوں کی نقالی کرتے ہوئے فحاشی کو فروغ دیا جارہا ہے اسے دیکھ کر اسلامی ذہن رکھنے والے افراد کیا مرد اور کیا عورتیں دم بخود رہ جاتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ کیا یہ وہی پاکستان ہے جو اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا تھا؟ کیا اسی کے لئے لاکھوں جانوں اور ہزاروں عزتوں کی قربانی دی گئی تھی؟ بسوں میں انڈیا کی عریاں فلمیں بغیر کسی روک ٹوک کے دکھائی جارہی ہیں' ڈش' کیبل اور نیٹ نے تو شرم وحیا کا جنازہ ہی نکال دیا ہے' اس حال کی ذمہ داری اگر حکمرانوں پر عائد ہوتی ہے تو علماء بھی براہِ

راست اس کے ذمہ دار ہیں۔

آج علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام و خواص کو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمانی تعلق کو مضبوط کرنے کی ضرورت کا احساس دلائیں اور طاغوتی طاقتوں اور ان کے لائے ہوئے لادینیت کے سیلاب کے لئے اجتماعی بند باندھنے کی کوشش کریں ورنہ اگر خدانخواستہ ہمارے ہاں سے دینی اور اسلامی اقدار ہی ختم ہوگئیں تو باقی کیا رہ جائے گا؟

محمد عبدالحکیم شرف قادری

لاہور

۸ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ

تقریظ

حضرت علامہ محمد منشاء تابش قصوری صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"الا بذکر اللہ تطمئن القلوب" آگاہ ہو جائیے دلوں کا اطمینان ذکرِ خدا میں ہے۔
اس الحاد و بے دینی' بے حیائی و بے غیرتی کے نازک لمحات میں ذکرِ خدا و مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام و استحکام نہایت ضروری ہے۔ عبادات از خود ذکرِ الٰہی کے مترادف ہیں۔ خصوصاً نماز تو اوّل تا آخر بالکلیہ ذکر اللہ ہے۔ تکبیراتِ تشریق بھی ذکر سے ہی منسوب و معروف ہیں۔ جو ایام تشریق میں با جماعت ہر نمازی کے لئے ان کا پڑھنا واجب ہے۔ اگر بالفرض بعض کے نزدیک سنت بھی ہوں تو ان کا بآواز بلند پڑھنا سنت ہی ٹھہرے گا۔ جب سنت ہے تو کیا سنن نمازی کی نماز میں مخل ہوں گی؟ یوں بھی ذکر بالجہر کو فقہاء کرام نے نواقضات نماز میں شمار نہیں کیا' تو ایسے وقت میں جماعتی مشترکہ طور پر بعد از نماز ذکر بالجہر کرتے ہیں تو اس میں کونسی قباحت ہے؟ جبکہ مل کر ذکر کرنے میں فلاح و کامیابی و کامرانی کی بشارت ہے۔ واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون۔

حضرت علامہ مولانا محبت علی قادری صاحب مدظلہ' نے نہایت محبت سے ذکر بالجہر کے جواز پر پیش نظر کتاب مرتب فرمائی ہے جو لائق مطالعہ اور قابلِ عمل ہے۔

اہل علم و قلم اور صاحبانِ فضل نے اپنے علوم و فنون سے امتِ مصطفٰی علیہ التحیۃ والثناء کی ہر دور میں رہنمائی فرمائی' مثبت و منفی انداز میں علمی خدمات سرانجام دیں۔ اختلاف کو خلاف نہ سمجھا جائے تو بات بن جاتی ہے۔

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اختلاف علماء امتی رحمة: میری امت کے علماء کا اختلاف رحمت ہے۔
لہٰذا اختلاف کو رحمت پر ہی منتج ہونا چاہیے تاکہ زحمت کے جراثیم خلاف کی طرف پہنچ ہی نہ سکیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ مولانا الموصوف کی محنت وکاوش کو شرفِ قبول عطا فرمائے اور اہل ذکر و فکر کو استفادہ کی توفیق عنایت کرے۔ آمین ثم آمین۔

محمد منشاء تابش قصوری - مرید کے

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ/ ۲۰ مئی ۲۰۰۶ء شنبہ

تقریظ

حضرت علامہ مولانا مفتی غلام حسن قادری صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زیر نظر کتاب استاذ العلماء، عالم باعمل، شمشیر بے نیام، مناظر اسلام حضرت مولانا محبت علی قادری زید مجدہ کی ذکر بالجہر کے موضوع پر بالخصوص فرض نماز کے بعد باآواز بلند ذکر کرنے کے مسئلہ پر دوسری تصنیف ہے جو خاص طور پر ایک مفتی صاحب کی کتاب جو نماز فرض کے بعد ذکر بالجہر کی ممانعت پر لکھی گئی ایک کتاب کا کافی وشافی جواب ہے۔ جس میں مصنف مدظلہ نے افراط وتفریط کی گرد سے اپنا دامن بچا کر مسئلہ مختلف فیہا کی خوب وضاحت فرمائی ہے۔

ان دنوں جبکہ مصنف کتاب زیارت حرمین شریفین کی تیاریوں میں مصروف ہیں ان کی کتاب مستطاب، بے مثال ولاجواب کا زیور طبع سے آراستہ وپیراستہ ہو کر منظر عام پہ آنا یقیناً ان کے لیے بے پناہ خوشی ومسرت کا باعث ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مصنف کے علم وعمل، تقویٰ و طہارت، جرأت وشجاعت، زورِ قلم وحُسنِ بیان میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ النبی الکریم الامین

الذی اسمہٗ طٰہٰ و یٰسین وھو خاتم الانبیاء والمرسلین علیہ وآلہٖ وصحبہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم۔

دعا گو وطالب

احوج المفتقرین الی رحمۃ ارحم الراحمین

غلام حسن قادری

دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور

سبب تالیف

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡم
وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ اَجۡمَعِیۡن

فقیر نے فضائل ذکر پر ایک کتاب لکھی جس میں جماعت کے بعد ذکر بالجہر کے جواز و استحباب پر بھی لکھا اس کے شائع ہونے سے قبل ہی مولانا عبد الغفور نقشبندی صاحب مہتمم جامعہ فاروقیہ رضویہ گھوڑے شاہ لاہور کی کتاب (نمازی کے پاس باآواز ذکر جائز ہے یا نہیں) نظر سے گزری جس میں بعد از جماعت اس قدر ذکر جہر کو بھی ناجائز کہا گیا جس میں آواز نماز پڑھنے والے تک پہنچے اور ایسے ذکر کو مخل نماز اور ذکر کرنے والے کو خلل ڈالنے والا گنہگار ٹھہرایا گیا ساتھ ہی مؤلف کا دعویٰ تھا کہ میرا مؤقف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی اور دیگر فقہاء احناف رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے مؤقف کے مطابق ہے کہ امام کے سلام کہنے کے بعد جب تک سب نمازی نماز سے فارغ نہ ہوں تو اس قدر ذکر جہر جائز نہیں جس کی آواز نمازی کو پہنچے خواہ نمازی جماعت کے بعد باقی پڑھتا ہو یا جماعت میں شامل نہ ہو اکیلا پڑھتا ہو نیز موصوف نے فقہاء و شارحین اور امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عبارات کی اپنے مطلب کے موافق تشریحات گھڑیں پھر صرف یہ ہی نہیں بلکہ اس قدر بلند ذکر کہ آواز نمازی کے کان تک پہنچ کے مرتکب کو بڑا ظالم ٹھہرایا کیونکہ وہ حضرت موصوف کے نزدیک اس آیت کے حکم کی زد میں آتا ہے۔

وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنۡ یُّذۡکَرَ فِیۡهَا اسۡمُهٗ۔ الایہ۔

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے۔ ملاحظہ کو زیر بحث کتاب کا صفحہ نمبر 174 دیکھیں۔

مولانا شرقپوری کے زعم میں جن علماء اہلسنت نے اپنی کتب و رسائل میں لکھا ہے کہ بعد از جماعت ذکر بالجہر مستحب و مسنون ہے خواہ کوئی نمازی پاس نماز پڑھتا ہو یا نہ انہوں نے اعلیٰ حضرت و دیگر احناف رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا خلاف کیا اور انہوں نے جو بعد از جماعت ذکر جہر کے جواز و استحباب پر قرآن وحدیث سے دلائل پیش کیے ہیں ان میں احتمالات ہیں جنہیں وہ سمجھ نہیں سکے نیز بعض جگہوں ان مصنفین اہلسنّت پر جنہوں نے جماعت کے بعد ذکر جہر کو مستحب و مسنون لکھا ہے شرقپوری صاحب کے یہ الزامات بھی دیکھنے میں آئے ہیں کہ جی اس جگہ پوری عبارت پیش نہیں کی گئی اور اس نے ترجمہ درست نہیں کیا الغرض جو جو الزامات و اعتراضات مخالفین وہابیہ و دیوبند کی طرف سے ذکر بالجہر کے مسئلہ میں اہلسنّت پر عائد کئے جاتے ہیں مولانا شرقپوری صاحب نے ان کی وکالت کرتے ہوئے اپنوں پر تھوپے بلکہ کچھ اضافہ بھی کیا بالخصوص اس نے طنزاً حکیم الامت ترجمانِ اہلسنّت حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ مفسر قرآن و شارح مشکوٰۃ اور مصنف جاء الحق اور شارح مسلم حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی اور حضرت علامہ مولانا عبد الرشید رضوی رح مہتمم دار العلوم غوثیہ رضویہ مظہر الاسلام آف سمندری مدظلہ العالی اور استاذ الاساتذہ مولانا علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا فقیر نے زیر بحث کتاب کے مطالعہ سے محسوس کیا کہ مخالفین اہلسنّت کو اپنا مشن پورا کرنے یعنی بعد از جماعت بلند ذکر و درود شریف سے روکنے کو یہ کتاب معاون ثابت ہو گی اور عوام اہلسنّت کو مولانا شرقپوری صاحب کی کتاب دکھا دکھا کر بہکانے ورغلانے کی سرتوڑ کوششیں کریں گے کہ جی یہ تمہارے مولانا صاحب نے لکھی ہے اور اعلیٰ حضرت و دیگر فقہائے احناف کے مؤقف کے عین مطابق ہونے کا دعویٰ کیا ہے لہٰذا بندہ نے عوام اہل سنت کو اس دھوکا دہی سے آگاہ کرنے کی غرض سے اختصاراً کتاب (جماعت کے بعد ذکر بالجہر شرعاً مستحب ہے) کو لکھنے کا

عزم کیا دست بدعا ہوں کہ اللہ مجدہ الکریم بطیفل محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم اسے اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول فرما کر نافع خلائق اور بندہ عاصی کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین۔ بجاہ رسولہ الکریم الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللهِ وَهُوَ حَسْبِيْ وَنِعْمَ الْوَكِيْلِ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ۔

تقسیم مضمون کتاب:

اس میں تین بحثیں آئیں گی۔

بحث اوّل میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ فتاوے لکھے جائیں گے جن کو مولانا شرقپوری صاحب نے اپنے موقف پر پیش کیا اور ان کی وضاحت ہوگی۔

بحث دوم میں جماعت کے بعد ذکر بالجہر کے جواز واستحباب پر دلائل ہوں گے۔

بحث سوم میں مولانا شرقپوری صاحب کی زیر بحث کتاب کا تنقیدی جائزہ لیا جائے گا۔

ذکر کے متعلق اعلیٰ حضرت کا فتویٰ:

بحث اوّل: اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتوؤں کے بیان میں پہلا فتویٰ مع سوال و جواب۔

سوال: اگر کوئی مسجد میں با آواز بلند درود وظائف خواہ تلاوت کر رہا ہو اس سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھنے میں بھی آواز کانوں میں پہنچتی ہے لوگ بھول جاتے ہیں خیال بہک جاتا ہے ایسے موقع پر ذکر بالجہر تلاوت کرنے والے کو منع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی آہستہ پڑھنے کو کہنا بالجہر سے منع کرنا اگر نہ مانے تو کہاں تک ممانعت کرنا جائز ہے اس کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں: علماء دین؟

الجواب: بیشک ایسی صورت میں اسے جہر سے منع کرنا فقط جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے کہ نہی عن المنکر ہے اور کہاں تک کا جواب یہ کہ تا حد قدرت جس کا بیان اس ارشاد اقدس حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے۔

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذالك اضعف الایمان۔

جو تم میں سے کوئی ناجائز بات دیکھے اس پر لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے اسے مٹا دے بند کر دے اور اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے منع کرے اور اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اسے برا جانے اور یہ سب میں کم تر درجہ ایمان کا ہے اور جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں اور قرآن عظیم کی استماع کے لئے کوئی فارغ نہ ہو وہاں جہراً تلاوت کرنے والے پر اس صورت میں دوہرا وبال ہے ایک تو وہی خلل اندازی نماز وغیرہ کہ ذکر جہر میں تھا دوسری قرآن حکیم کو بے حرمتی کے لئے پیش کرنا ردالمحتار میں ہے۔

فی الفتح عن الخلاصہ رجل یکتب الفقہ وجنبہ رجل یقرأ القرآن فلا یمکن استماع القرآن فالا ثم علی القاری و علی ھذا لوقرأ علی السطح والناس نیام یاثم اھ ای لانہ یکون سبباً لا عراضھم عن استماعہ او لانہ یوذیھم بایقاظھم۔

فتح میں خلاصہ سے ہے ایک شخص فقہ لکھ رہا ہے اور اس کے پاس دوسرا شخص قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہے کہ قرآن کا سننا ممکن نہیں تو گناہ تلاوت کرنے والے پر ہے اسی طرح اگر اونچی جگہ پڑھتا ہے حالانکہ لوگ سو رہے ہیں تو پڑھنے والا گناہ گار ہوگا۔ اس لئے کہ یہ شخص ان کے قرآن پاک سننے سے اعراض کا سبب بنا یا اس وجہ سے کہ اس کی نیند میں خلل پڑے گا۔

اسی میں غنیۃ سے ہے: یجب علی القاری احترامہ بان لا یقراء فی الاسواق ومواقع الاشتغال فاذا قرءہ فیھا کان ھو المضیع لحرمۃ فیکون الاثم علیہ دون اھل الاشتغال دفعاً للحرج ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ٥

تلاوت کرنے والا پہ یہ احترام لازم ہے کہ وہ بازاروں میں اور ایسے مقامات پر نہ پڑھے جہاں لوگ مشغول ہوں اگر وہ ایسے مقام پر پڑھتا ہے تو وہ قرآن کا

احترام ختم کرنے والا ہے لہٰذا دفع حرج کے پیش نظر یہ پڑھنے والا گنہگار ہوگا مشغول ہونے والے لوگ گنہگار نہ ہوں گے۔

فتویٰ کی وضاحت:

مسئلہ مسؤلہ اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے اس کا جواب حضرات کے سامنے ہے علماء تو مجھ سے بہتر جان جائیں گے۔ مگر عوام کی سہولت کے لئے وضاحت عرض کر دیتا ہوں۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ جواب سوال کے مطابق ہوتا ہے تو سوال میں مذکورہ الفاظ کہ اگر کوئی مسجد میں با آواز بلند درود وظائف خواہ تلاوت کر رہا ہو۔ واضح ہیں کہ سوال جماعت کے بعد ذکر جہر کے متعلق نہیں بلکہ اس کے متعلق ہے جو اکیلا با آواز بلند ذکر و تلاوت کر رہا ہو۔ اس سے اگلے الفاظ ہیں۔ اس سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھنے میں بھی آواز کانوں کو پہنچتی ہے لوگ بھول جاتے ہیں خیال بہک جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے مفرط چیخ کر ذکر و درود اور تلاوت کرنے والے کے متعلق فتویٰ پوچھا جا رہا ہے اور فتویٰ مبارکہ میں ایسے کو روکنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ جس سے حتی الامکان دور و علیحدہ نماز پڑھنے والوں کو بھی ایذا ہوتی ہے کہ وہ بھول جاتے ہیں تو ایسے جہر مفرط چیخ کر ذکر کے جواز کا تو کوئی بھی قائل نہیں اس سے اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کا خلاف کیا ہوا؟ نیز اس سے مولانا شرقپوری صاحب کا موقف کب ثابت ہوا کہ جماعت کے بعد اہل جماعت کو نمازی کے پاس ذکر بالجہر متوسط سے بھی روکا جائے اور نمازی تک ذکر کا پہنچنا ہی مخل نماز ہے کیا یہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتویٰ مبارکہ کی غلط و من گھڑت تشریح نہیں؟

ذکر جہر کے متعلق اعلیٰ حضرت کا دوسرا فتویٰ:

دوسرا فتویٰ مبارکہ: سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متیں اس مسئلہ میں کہ ایک یا زیادہ شخص نماز پڑھ رہے ہیں۔ یا بعد جماعت نماز پڑھنے آئے ہیں اور ایک یا کئی لوگ با آواز بلند قرآن یا وظیفہ یعنی کوئی قرآن کوئی وظیفہ پڑھ رہے ہیں یہاں تک کہ مسجد بھی گونج رہی ہے تو اس حالت میں کیا حکم ہونا چاہیے۔ کیونکہ بعض دفعہ آدمی کا خیال بدل جاتا

ہے اور نماز بھول جاتا ہے۔

الجواب: جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ باآواز پڑھنے سے اس کی نماز یا نیند میں خلل آئے گا۔ وہاں قرآن مجید ووظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے مسجد میں جب اکیلا تھا اور با آواز پڑھ رہا تھا جس وقت کوئی شخص نماز کے لئے آئے فوراً آہستہ ہو جائے۔ **واللہ ورسولہ اعلم۔**

دوسرے فتویٰ کی وضاحت:

اوّلاً: پہلے سوال و جواب کی طرح اس سوال سے بھی معلوم ہوا کہ جماعت کے بعد ذکر بالجہر کے متعلق فتویٰ نہیں پوچھا جا رہا کیونکہ جماعت کے بعد تو اہل سنت کا معمول کلمۂ طیبہ کا بلند ذکر ہے نہ کہ وظیفہ وقرآن' ثانیاً سوال اس ذکر کے جائز و ناجائز ہونے کے متعلق ہے جس سے مسجد گونج رہی ہو نا کہ ذکر متوسط سے جبکہ مولانا شرقپوری صاحب اس ذکر کو بھی ناجائز کہہ رہے ہیں جس کی آواز نمازی تک پہنچے تو یہ اس کا ذاتی مؤقف ہوا فتویٰ شریفہ کے مطابق نہ ہوا۔ نیز فتویٰ مبارکہ سے واضح ہے کہ ایسی بلند آواز سے قرآن مجید وظیفہ پڑھنا منع ہے جس سے سوتے کی نیند یا نمازی کی نماز میں خلل آتا ہو۔

ذکر جہر کے بارے تیسرا فتویٰ:

تیسرا فتویٰ مبارکہ: از ندی پار بستی علاقہ گوالیار گوتا باور ریلوے ڈاک خانہ ندی مذکور مرسلہ سیّد کرامت علی صاحب محرر منشی محمد امین ٹھیکیدار ریلوے مذکور 4 رمضان المبارک 1325ھ۔

سوال بخدمت فیض درجت مولانا و مرشدنا مولوی محمد احمد رضا خان صاحب دام اقبالہ السلام علیک واضح رائے شریف ہو کہ بوجہ چند ضروریات کے آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ بنظر توجہ بزرگانہ جواب سے معزز فرمایا جاؤں وظیفہ یا درود شریف بلند پڑھنا درست ہے یا نہیں ان معاملات میں کچھ شبہ ہے اور کچھ دلیل بھی ہوئی ہے۔ لہٰذا دریافت کی ضرورت ہوئی۔

الجواب مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ درود شریف خواہ کوئی وظیفہ با آواز بلند نہ پڑھا

جائے جبکہ اس کے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا ہو یا ریا آنے کا اندیشہ اور اگر کوئی محذور نہ موجود ہو نہ مظنون تو عندالتحقیق کوئی حرج نہیں تاہم اخفا افضل ہے لما فی الحدیث خیر الذکر الخفی واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ٥

تیسرے فتویٰ کی وضاحت:

اس سوال جواب کا بھی ماحصل یہی ہے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک وہی جہر منع ہے جس کے باعث نمازی یا سوتے یا مریض کو ایذا پہنچے نہ کہ مطلق جہر۔ بلکہ جب کوئی شرعی مانع نہ ہو تو دریں صورت مذکورہ فتویٰ سے جواز ثابت ہے۔

چوتھا فتویٰ مبارکہ:

مسئلہ 449 از راموچکماکوں ضلع چٹا گانگ مدرسہ عزیزہ مرسلہ سیّد مفیض الرحمٰن صاحب 10 جمادی الاخری 1326ھ

سوال: درود شریف بالجہر پڑھنا جائز ہے یا نہیں بر تقدیر ثانی مطلقاً ناجائز ہے یا جواز مع کراہت اور کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی۔

الجواب: درود شریف ذکر ہے ذکر بالجہر جائز ہے جبکہ نہ ریا ہو نہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا نہ کسی اور مصلحت شرعیہ کا خلاف یونہی درود شریف جہر جائز و مستحب ہے جس کے جواز پر دلیل اجماع کہ قرأت حدیث و ذکر نام اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سلفاً خلفاً تمام آئمہ وعلماء و مسلمین اسی آواز سے کہتے ہیں جتنی آواز سے قرأت وکلام کہہ رہے ہیں اور یہ جہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چوتھے فتویٰ کی وضاحت:

اس فتویٰ مبارکہ سے بھی ثابت ہوا کہ جب تک ذکر بالجہر سے نمازی یا سوتے یا مریض کو ایذا یا کسی مصلحت شرعی کا خلاف نہ ہو اس کے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں اب دیکھیں جماعت عموماً مسجدوں میں ہوتی ہے تو مسجدوں میں نہ مریض ہوتے ہیں نہ جماعت کے وقت

سونے والے اگر کوئی سوتا بھی ہو اسے جماعت کے لئے اٹھانا چاہیے نہ یہ کہ ذکر جہر سے لوگوں کو منع کرنا چاہیے اور درمیانہ آواز ذکر سے نہ نمازی کو ایذا پہنچتی ہے۔ نہ نماز میں خلل آتا ہے اور زور سے چیخ چیخ کر ذکر کرنے سے نمازی کو ایذا بھی ہوتی ہے اس کی نماز میں خلل بھی آتا ہے اور اس کے جواز کا کوئی بھی قائل نہیں پھر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاویٰ کا خلاف کون کرتا ہے اور مولانا شرقپوری صاحب کو واویلا کی کیا ضرورت در پیش آئی۔ یہ بھی عرض کر دیتا ہوں کہ جماعتوں کے بعد جہر ذکر بھی ہوتے رہتے ہیں اور مسبوقین یا بعد میں آنے والے نمازی نماز بھی پڑھتے رہتے ہیں لیکن سنی بریلوی حضرات خواہ کسی بھی سلسلہ طریقت سے تعلق رکھتے ہوں یہ اعتراض نہیں کرتے کہ ذکر سے ہماری نماز میں خلل آتا ہے۔ لہٰذا اسے بند کرو جب بھی جماعت کے ذکر بالجہر پر اعتراض کرتے دکھائی دیتے ہیں تو یا وہ ذکر جہر کے منکر وہابی دیو بندی ہوتے ہیں یا پھر خشکے قسم کے وہابیہ دیابنہ سے متاثر لوگ۔ پھر جماعت کے بعد ذکر بالجہر ایسا معمول اہلسنت ہوا ہے کہ شہروں میں اور دیہاتوں میں ہر جگہ مسجدوں میں عوام وخواص سب شوق و ذوق سے اس پر عمل کرتے ہیں۔ بعض اوقات مسبوقین بھی پاس اپنی باقی نماز پوری کر رہے ہوتے ہیں۔ اگر یہ ناجائز ہوتا تو سب اہلسنت و جماعت ناجائز کام پر کیوں کر جمع ہوتے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اُمت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔

(ترمذی ج2 ص39)

دوسری بحث بلند آواز سے ذکر کرنے پر دلائل

بحث دوم بعد از جماعت ذکر بالجہر کے ثبوت میں۔

قرآن سے دلائل

دلیل نمبر 1 اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا۔ (س بقرہ پ2 ع8)

پھر جب اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ ۔ترجمہ کنز الایمان ۔للامام الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔اس آیت کا شان نزول زمانہ جاہلیت میں اہل عرب حج کے بعد خانہ کعبہ کے پاس جمع ہو کر اپنے باپ دادوں کے فضائل و کارنامے بیان کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایسی بے فائدہ خود نمائی و شہرت کے بجائے اللہ کا ذکر و چرچا شوق و ذوق سے کرو۔سیّد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے تحت حاشیہ کنز الایمان پر فرماتے ہیں۔اس آیت سے ذکر بالجہر و جماعت ثابت ہوتا ہے۔یاد رہے کہ صاحب حاشیہ سیّد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص شاگرد رشید ہیں جو قرآن سے ذکر بالجہر و ذکر بالجماعت ثابت کر رہے ہیں ادھر شرقپوری صاحب دعویٰ تو اعلیٰ حضرت کی تعلیم پر عمل کا کرتے ہیں مگر ذکر بالجہر و ذکر بعد از جماعت پر وارده احادیث سے بھی انکار کرتے ہیں کہتے ہیں جن احادیث میں جماعت کے بعد ذکر جہر کا بیان ہے ان میں احتمالات ہیں۔اب ان سے پوچھیں سیّد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ان احتمالات کو نہیں جانا۔

دلیل نمبر 2: فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۔(س النساء پ 11)

پس جب تم نماز پوری کر چکو تو کھڑے بیٹھے اور سوئے اللہ کا ذکر کرو۔

اسی آیت کی تفسیر میں علامہ ابو الحسنات سیّد محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ تفسیر الحسنات میں لکھتے ہیں اس آیت سے صوفیاء کرام کے اذکار جہریہ اور ذکر بجماعت اور ذکر بالقلب ثابت ہوتا ہے۔اس آیۂ مبارکہ سے بلا قید و تخصیص تمام احوال و اوقات و کیفیات میں اللہ کا ذکر کرنا ثابت ہوا۔

احادیث مبارکہ سے دلائل:

دلیل نمبر 3: وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِىْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ

لَہٗ۔الخ ۔مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ سے ہے کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد پڑھتے اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں وہ ذات وصفات میں ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ فائدہ اس حدیث شریف سے اس دعویٰ کا ابطال ہوا جو کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جماعت کے بعد ہمیشہ بلند ذکر نہیں کرتے تھے بلکہ کبھی کبھی برائے تعلیم کیا کرتے تھے جبکہ ان الفاظ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ مَّکْتُوْبَۃٍ ۔ سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد ذکر فرماتے تھے۔

رسول اللہ کے زمانہ میں جماعت کے بعد بلند ذکر معمول تھا

دلیل نمبر 5: اِنَّ اِبْنَ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِذِکْرٍ حِیْنَ یَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَکْتُوْبَۃِ کَانَ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اِنَّہٗ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ کُنْتُ اَعْلَمُ اِذَا نْصَرَفُوْا بِذٰلِكَ اِذَا سَمِعْتُہٗ۔ (بخاری ج1 ص116۔ مسلم ج1 ص217)

بے شک ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ تحقیق جب لوگ فرض نماز (با جماعت) سے فارغ ہوتے با آواز بلند ذکر زمانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کرتے تھے۔ اور (ابو معبد) نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جب لوگ نماز سے سلام کہتے تو میں نماز کا پورا ہونا جان جاتا جبکہ میں ذکر کی آواز سنتا۔

دلیل نمبر 6: عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ الزُّبَیْرِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ مِنْ صَلٰوتِہٖ یَقُوْلُ بِصَوْتِہِ الْاَعْلٰی ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ۔ الخ۔ (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ)

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ فرمایا تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سلام پھیرتے تو بلند آواز سے پڑھتے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود

نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ ان دلائل سے اظہر من الشمس ہے کہ فرضوں کی جماعت کے بعد با آواز بلند ذکر مشروع ہے یہی شارحین وفقہاء سے منقول ہے۔

تیسری بحث تنقیدی جائزے میں

بحث سوم: زیر بحث کتاب پر تنقیدی جائزہ میں۔ کتاب کے اندرون صفحہ جہاں کتاب کا نام سنہ اشاعت۔ تعداد وغیرہ لکھی ہے دعویٰ کیا ہے کہ اسے علماء اہلسنّت پاکستان کی تائید حاصل ہے۔

علمائے اہلسنّت سے مولانا شرقپوری کی تردید

الجواب: مصنف کتاب مولانا عبد الغفور شرقپوری صاحب اچھے خاصے بزرگ اور دیکھنے میں متبع سنت لگتے ہیں ان سے ایسی خلاف حقیقت بات زیب نہیں دیتی کہ ان کی کتاب کو علمائے اہلسنّت کی تائید حاصل ہے قارئین اس کتاب کو دیکھ سکتے ہیں کہ اس میں کل دس علماء کی تقریظیں لکھی ہیں جن کا مختصر تجزیہ یوں ہے کہ استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ نے واضح الفاظ سے شرقپوری صاحب کے موقف کی تردید بلکہ اس پر تنقید کی ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں ہمارے ہاں جماعت کے بعد تین دفعہ کلمۂ طیبہ با آواز پڑھنے کا عام رواج ہے بعض لوگ اس پر معترض ہوتے ہیں کہ اس ذکر سے ان نمازیوں کی نماز میں خلل آتا ہے جن کی ایک یا دو رکعتیں رہ گئی ہیں لیکن یہ اعتراض قوی نہیں ہے کیونکہ راقم کا تجربہ ہے کہ کئی دفعہ کچھ نماز رہ گئی بعد میں ادا کرنے سے جماعت کے ذکر کی وجہ سے خلل پیدا نہیں ہوا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ ذکر صرف تین دفعہ کلمہ طیبہ پر مشتمل ہوتا ہے طویل ذکر نہیں ہوتا اس اعتبار سے بھی اگر خلل ہوا تو زیادہ نہیں ہوگا۔ تیسری بات یہ ہے کہ خلل صرف وہابیہ کی نماز میں پڑتا ہے یا ان لوگوں کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے جو با آواز ذکر الٰہی کو ناجائز قرار دیتے ہیں بدعت سیئہ اور بدعت ضلالت قرار دیتے ہیں جو لوگ ذکر کے جواز اور استحباب کے قائل ہیں انہیں ذکر الٰہی سن کہ

راحت ہوتی ہے اوران کی نماز میں خلل نہیں آتا۔ اب مولانا صاحب سے پوچھیں کہ اگراس کا نام تائید ہے تو پھر تردید وتنقید کسے کہتے ہیں یا اگر یہ تائید تھی تو پھر آپ نے ان کی تقریظ کی تردید میں اپنی کتاب کے تقریباً ستائیس اٹھائیس صفحے کس لئے سیاہ کرڈالے؟ میرے علم میں مولانا صاحب واحد شخص ہیں جس نے اپنی کتاب میں تقریظ لکھنے کے بعد خود ہی اس کی تردید کی ہے۔ حضرت علامہ مولانا مفتی غلام سرور قادری مدظلہ العالی مہتمم جامعہ رضویہ ماڈل ٹاؤن لاہور نے بھی اپنی تقریظ میں مولانا شرقپوری صاحب کے مؤقف کی کہ جماعت کے بعد نمازی کے پاس ذکر بالجہر مخل نماز ہے کی سخت مخالفت کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں بلاشبہ ذکر بالجہر بعد الصلوٰۃ کہ مخل ہو درست نہیں ذکر تو اللہ کی نعمت ہے اللہ کی رحمت ہے مگر سوال یہ ہے کہ نماز سے امام کے فارغ ہونے کے بعد جولوگ کھڑے ہوکر بقیہ نماز مکمل کرتے ہیں ذکر کی اونچی آواز سے وہ بھول جاتے ہیں یہ کیسے درست ہوگا؟ لہٰذا اس پر غور کرنا چاہیے ہماری تحقیق یہ ہے کہ اس قدر اونچی آواز سے کہ دوسروں کی نماز میں خلل پڑے ذکر درست نہیں ہے۔ اس میں ایک تو یہ کہ مفتی غلام سرور قادری صاحب نے مصنف کتاب شرقپوری صاحب کے مؤقف پر کہ لوگ ذکر جہر سے نماز بھول جاتے ہیں۔ پر تعجب کیا ہے اسی لئے فرمایا کہ ذکر کی اونچی آواز سے وہ بھول جاتے ہیں یہ کیسے درست ہوگا۔ دوسرا فرمایا۔ اس قدر اونچی آواز سے کہ دوسروں کی نمازوں میں خلل پڑے۔ درست نہیں جب کہ مولانا شرقپوری صاحب اس قدر اونچی آواز کی قید کو مانتے ہی نہیں ان کے نزدیک تو وہ جہر بھی ناجائز ہے جس کی آواز نمازی تک پہنچے حالانکہ یہی قید کہ جس جہر کے باعث نمازی کی نماز میں خلل ہو وہ نمازی کے پاس نہیں کرنا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فتووں میں موجود ہے۔ استاذ العلماء علامہ مولانا محمد گل احمد عتیقی صاحب مدظلہ العالی سابقہ مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے بھی اسی زیر بحث کتاب پر اپنی تقریظ میں تین موانع، نمازی، مریض اور سوتے کی ایذا نہ ہونے کی صورت میں بعد از جماعت ذکر جہر کو جائز کہا ہے اور امام اہلسنّت مولانا الشاہ احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان چار فتوؤں کا جن کو مولانا شرقپوری نے اپنے مؤقف کی بنیاد قرار دیا ہے۔ محصل یہی ہے مگر

مصنف کتاب مولانا شرقپوری نے ان فتوؤں کی خودساختہ تشریح میں ڈنڈی مار کر اپنا مقصد پورا کرلیا کہ نمازی کے کان تک ذکر کی آواز پہنچنا ہی مخل نماز اور نمازی کی ایذا کا باعث ہے جیسا کہ زیر بحث کتاب کے صفحہ نمبر 131 و 139 پر اس کی وضاحت موجود ہے کہ نمازی کی توجہ کسی دوسری طرف ہونا ہی مخل نماز ہے خواہ توجہ کلمہ طیبہ یا درود شریف کی آواز کی طرف ہو۔ مولانا شرقپوری صاحب سے پوچھا جائے کہ حضرت جی اگر ذکر و درود شریف کی آواز کی طرف توجہ کا ہونا ہی مخل نماز ہے تو پھر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وہ جن حضرات نے آپ کی کتاب پر تقریظیں لکھی ہیں یہی فرمادیتے کہ نمازی کے پاس مطلقاً ذکر جہر نہ کیا جائے کیونکہ اس سے اس کی توجہ ہٹتی ہے اس کی نماز میں خلل آتا ہے ساتھ یہ قیدیں کہ جس کے باعث نمازی کو ایذا ہو یا اس قدر اونچی آواز کہ جس سے نماز میں خلل آئے نہ لگاتے لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت مصنف صاحب کا مؤقف علمائے اہلسنّت سے الگ ہے وہ امام اہلسنّت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علمائے اہلسنّت کثر اللہ فیوضھم یا فقہا احناف کا بار بار ذکر صرف اپنا مقصد پورا کرنے کو کر رہے ہیں۔ علامہ مفتی علی احمد سندیلوی صاحب مدظلہ العالی اپنی تقریظ میں یوں لکھتے ہیں۔ یہ جواز (یعنی ذکر بالجہر کا) اس شرط کے ساتھ ہے کہ کسی نائم بیمار اور نمازی کو اذیت نہ ہو اور جہر نہایت مفرط نہ ہو۔ اس میں علامہ صاحب نے ذکر جہر نا جائز ہونے کے لئے دو شرطوں کو بیان کیا ہے ایک نمازی مریض سونے والے کی اذیت دوسری نہایت مفرط جہر جب کہ مولانا شرقپوری صاحب ذکر کی آواز نمازی کو پہنچنا ہی مخل نماز کہتے ہیں لہٰذا یہ تقریظ اس کی تائید نہیں کرتی۔

القصہ اس قدر اختلاف و مخالفت کے باوجود بھی مولانا شرقپوری صاحب کا ان تقاریظ کو اپنی کتاب کی تائید کہنا خلاف حقیقت ہے مولانا شرقپوری صاحب کتاب کے صفحہ نمبر 36 پر لکھتے ہیں۔ امام کے سلام کے بعد دیکھ لیں اگر جماعت میں شامل تمام نمازی فارغ ہو چکے ہوں تو جس طرح چاہیں آہستہ یا باآواز بلند (انفرادی یا اجتماعی) الگ الگ یا مل کر ذکر الٰہی کریں درود شریف پڑھیں اور اگر ایک یا زیادہ نمازی اپنی فوت شدہ رکعتیں پڑھ رہے ہوں۔

تو ان کے فارغ ہونے تک آہستہ ذکر کر لیں۔ آہستہ درود شریف پڑھ لیں یہ ذکر و درود کو روکنا نہیں کہ آہستہ ذکر و درود بھی ذکر و درود ہے۔

الجواب: آہستہ ذکر و درود شریف بھی ذکر و درود ہی ہے۔ اس سے کسی کو انکار نہیں مگر یہ کہ جب سب نمازی فارغ ہوں تب ذکر جہر کیا جائے۔ اس سے ذکر بالجہر جو کہ شرعاً مستحب ہے اس کو روکنا لازم آتا ہے کیونکہ فی زمانہ مشاہدہ یہ ہے کہ اکثر لوگ جماعتوں کے بعد مساجد میں آتے ہیں نمازوں کے پورے وقت کوئی نہ کوئی نمازی مسجد میں نماز پڑھ رہا ہوتا ہے۔ باآواز ذکر کی آواز اس تک پہنچے گی جو کہ بقول مولانا صاحب مخل نماز ہے پھر کب بلند ذکر کریں اور کون اس انتظار میں بیٹھے گا کہ جب کوئی پاس نماز نہ پڑھ رہا ہو ذکر کریں۔

دوم: آپ کا ارشاد تو یہ ہے کہ جی میرا موقف وہی ہے جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور دیگر فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا ہے تو ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ یہ فقہ احناف کی کون سی کتاب میں ہے کہ جب کوئی نمازی نماز پڑھتا ہو بعد از جماعت مطلق ذکر بالجہر سے لوگ اس کے انتظار میں رکے رہیں یا بعد از جماعت نمازی کے پاس بلند ذکر نہ کیا جائے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی کوئی ایسا فتویٰ دکھا دیں۔ اگر نہ دکھا سکو تو پھر اپنے ذاتی نظریہ کو اعلیٰ حضرت و فقہاء احناف کا موقف کہنا چھوڑ دو۔ سب فقہاء و اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہی فرمایا کہ ایسا جہر جو مخل نماز ہو یا نمازی و مریض اور سوتے کی ایذا کا باعث ہو وہ جائز نہیں۔

سوم: صرف ذکر بالجہر ہی مخل نماز ہے یا درس و تدریس واعظ و تقریر نعت و تلاوت اور بلند دعا وغیرہ بھی اگر یہ بھی مخل نماز ہیں تو پھر آپ ان کے ترک کا مشورہ کیوں نہیں دیتے معلوم ہوتا ہے کہ ان کاموں کا ترک آپ کو بھی دشوار لگتا ہے۔

حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی معروف کتاب جاء الحق میں اور شارح صحیح مسلم حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی صاحب نے جماعت کے بعد ذکر بالجہر کے ثبوت میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دو روایتیں

اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت بیان کی ہیں جن کو فقیر نے بحث دوم میں لکھا ہے ابن عباس کی ایک روایت یوں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز (با جماعت) کا پورا ہونا تکبیر کی آواز سے جان لیتے تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں فرض نماز کے بعد با آواز بلند ذکر معروف طریقہ تھا۔ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے پڑھتے۔

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ وَحْـدَهٗ لَا شَـرِيْكَ لَهٗ ۔ الخ۔ اس پر زیر بحث کتاب کے مصنف مولانا شرقپوری صاحب کے وارد کردہ احتمالات و اعتراضات اور فقیر کی طرف سے ان کے جوابات ملاحظہ ہوں۔

احتمال اوّل: زیر بحث کتاب کے مصنف نے اس کی صفحہ 52 پر علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی فتح الباری شرح صحیح البخاری سے عبارت پیش کی جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس روایت کہ فرض با جماعت کے بعد بلند ذکر کرنا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کا معمول تھا۔ کے متعلق ہے کہ حدیث کے سیاق میں اس کی نشاندہی ہے کہ جب ابن عباس نے اسے روایت کیا اس زمانہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین۔ بلند ذکر نہیں کرتے تھے۔

ایک بے جا استدلال کا جواب:

جواب اوّلاً: حدیث بیان کرنے میں راوی کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی کام کی قولاً فعلاً یا تقریراً نفی وثبوت یا نوعیت بیان کرنا ہوتا ہے اس میں راوی کے زمانہ میں اس کام کا ہونا یا نہ ہونا بتانا مقصود نہیں ہوتا ورنہ وہ حدیث جس میں راوی بیان کرے کہ یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یوں ہوتا تھا احتمال لایا جا سکے گا کہ اس میں اس بات کی نشاندہی ہے کہ راوئ حدیث کے حدیث بیان کرتے وقت یہ کام نہیں ہوتا تھا اس بیان کے بعد مولانا صاحب سے فقیر کی مؤدبانہ التماس ہے کہ اپنا نظریہ و مقصد پورا

کرنے کے لئے دین میں ایسے شکوک واحتمالات کا راستہ نہ نکالیں۔

ثانیاً: اگر مولانا صاحب اس احقر العباد کی سوء ادبی نہ جانے تو بتائیں کہ اگر ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں احتمالات ہیں تو پھر وہ کیوں فرمارہے ہیں کہ۔ فِیْہِ دَلِیْلٌ عَلٰی جَوَازِ الْجَھْرِ بِالذِّکْرِ عَقْبَ الصَّلٰوۃِ۔ اس میں نماز کے بعد بلند ذکر کے جواز پر دلیل ہے۔ کیوں کہ جب احتمال آجائے تو استدلال درست نہیں رہتا معلوم ہوا کہ علامہ ابن حجر کے نزدیک اس میں ایسا معتبر احتمال کوئی نہیں جو زیر بحث حدیث سے استدلال کو مانع ہو۔ دوسرا احتمال ذکر کرتے ہوئے مولانا شرقپوری صاحب اس میں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بتاتے ہیں کہ جس ذکر جہر کا جماعت کے بعد حدیث میں ثبوت ہے یہ تھوڑا وقت ہوتا تھا۔ لَا جَلِ تَعْلِیْمِ صِفَۃِ الذِّکْرِ۔ یعنی ذکر کی صفت بتانے کے لئے ہوتا۔

الجواب اوّلاً: یہ احتمال بعد از جماعت ذکر بالجہر کے عدم جواز کی دلیل نہیں بلکہ اس میں ہے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم بعد از جماعت ذکر کی تعلیم دیتے تھے تاکہ یہ طریقۂ ذکر جاری رہے جبکہ آپ اس مسنون طریقہ کو روکنے کی تعلیم دے رہے ہیں۔ پھر ان احادیث کا خلاف آپ کر رہے ہیں یا جماعت کے بعد ذکر بالجہر کرنے والے؟ نیز ذکر کی صفت کی تعلیم دینے میں الفاظ کی بھی تعلیم ہے اور کیفیت ومحل ذکر کی بھی کیفیت کیا تھی بلند ذکر کرنا اور محل کیا تھا جماعت کے بعد۔

ثانیاً: زیر جائزہ کتاب کی مصنف کا دعویٰ ہے کہ نمازی کے پاس ذکر جہر اگرچہ متوسط ہی ہو مخل نماز ہے لہٰذا ناجائز ہے پھر تو امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے لازم آئے گا۔ معاذ اللہ کبھی کبھی تھوڑا وقت لوگوں کی تعلیم کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام مخل نماز ناجائز کام کرتے تھے۔

ثالثاً: اگر آپ امام شافعی کے ارشاد کو صحیح مانتے ہیں تو پھر نماز با جماعت کے بعد متصل ذکر جہر کا انکار کیوں کرتے ہیں؟ مزید احتمالات کو ظاہر کرنے کے لئے مولانا شرقپوری صاحب نے الشاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ سے عبارت پیش کی

ہے اسے من وعن مع ترجمہ یہاں لکھ رہا ہوں تا کہ قارئین کو حقائق جاننے میں آسانی ہو۔

ذکر بالجہر کے متعلق الشاہ عبدالحق محدث دہلوی کا تبصرہ:

گفت ابن عباس کہ بودم من کہ می شناختم تمام شدن نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رابتکبیر واختلاف کردہ اند شراح در بیان مراد تکبیر بعض گفتہ اند کہ مراد بتکبیر ایں جاذکر است چنانکہ در صحیحین از ابن عباس آمدہ است کہ رفع صوت بذکر وقت انصراف مردم از نماز فرض در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معہود بود وگفت ابن عباس می شناختم من انقضاء صلوٰۃ رابداں پستر آوردہ است بخاری ایں حدیث راپس معلوم شد کہ مراد بتکبیر مطلق ذکر است وبعض گفتہ اند کہ مراد تکبیر است کہ در تسبیح وتحمید وتکبیر کہ بعد از نماز دہ بار یا سی وسہ بار می گویند واقع است وبعض می گویند کہ در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد از نماز تکبیر می گفتم یکبار یا سہ بار وبعض می گویند کہ ایں در ایام تشریق بود کہ تکبیرات تشریق می گفند وطیبی گفتہ است کہ مراد تکبیراتے است کہ در نماز نزد سر برآوردن ومزو بر دن در رکوع وسجود می گویند ومراد آنست کہ من می شناختم انقضاء ہر ہیئت راکہ انتقال می کرد از وے بدیگرے بتکبیر بایں وجہ بعید است از عبارت و بر ہر تقدیر مشکل می شود کہ ایں قول ابن عباس چہ معنی دارد مگر وے رضی اللہ عنہما حاضر نمی شدد رنماز قاضی عیاض گفتہ است کہ وے صغیر بود شاید کہ در حضور بجماعت مواظبت نمی نمود واحتمال دارد کہ حاضر میشد ودر آخر صفوف می ایستادہ پس نمی شناخت انقضائے نماز رابہ تسلیم۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے پورا ہونے کو تکبیر کے ساتھ پہچانتا تھا اور شارحین حدیث نے تکبیر کی مراد کے بیان میں اختلاف کیا ہے بعض نے کہا ہے کہ تکبیر سے مراد اس جگہ ذکر ہے جس طرح صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت سیّدنا ابن

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ بلند آواز سے ذکر لوگوں کے فرض نماز سے فارغ ہونے کے وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں معھود تھا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں نماز کے ختم ہونے کو اس کے ساتھ پہچانتا تھا پھر امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کو لائے ہیں تو معلوم ہوا تکبیر سے مطلق ذکر مراد ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد تکبیرات صلوٰۃ ہیں جو رکوع اور سجدہ میں جاتے اور سجدہ سے سر اٹھانے کے وقت کہی جاتی ہیں اس قول کے مطابق سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کی مراد ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ہیئت صلوٰۃ کا پورا ہونے اور ایک ہیئت سے دوسری ہیئت کی طرف منتقل ہونے کو تکبیر کے ذریعے پہچانتا تھا یہ وجہ عبارت سے بعید ہے اور ہر تقدیر پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول مبارک کا معنیٰ متعین کرنے میں مشکل در پیش ہے بعض کہتے ہیں تکبیر سے تسبیح وتمہید کے ساتھ 33 یا 10 مرتبہ اللہ اکبر کہنا مراد ہے بعض کہتے ہیں کہ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نمازی نماز کے بعد ایک مرتبہ یا تین مرتبہ اللہ اکبر کہا کرتے تھے حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جماعت میں شامل نہ ہوتے تھے کیونکہ صغیر (بچہ) ہونے کے باعث ان پر جماعت کی مواظبت ضروری نہ تھی اور بعض نے کہا احتمال ہے کہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حاضر ہوتے ہوں مگر جماعت کی آخری صفوں میں کھڑے ہوتے ہوں اور نماز کے پورا ہونے کو سلام کے ساتھ نہ پہنچانتے ہوں اور بعض کہتے ہیں اس میں تکبیر سے منیٰ میں ایام تشریق کی تکبیریں مراد ہیں اور یہ قول حضرت سیّدنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے مذہب کیساتھ زیادہ موافق ہے کیونکہ وہ ذکر بالجہر کو مکروہ سمجھتے ہیں سوائے ان مقامات کے جہاں جہر وارد ہوا یعنی جہر کا حکم شرعی وارد ہوا اس لئے ان کے

نزدیک عیداور تشریق کی تکبیرات کی قضاء واجب نہیں۔(زیر بحث کتاب 61 تا 63)

مولانا شرقپوری صاحب نے مذکورہ عبارت کے بعد بہت شد و مد سے احتمالات کا واویلا کیا ہے جس سے ان کا مقصد شکوک وشبہات کو پیدا کرنا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے جماعت کے بعد بلند ذکر ثابت نہیں ہوتا۔

محدثین کا استدلال اور مولانا شرقپوری کا مؤقف

الجواب اوّلاً: امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحیح بخاری اور امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحیح مسلم میں باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں یہ روایت لائے ہیں امام نسائی و امام ابو داؤد نے باب التکبیر بعد السلام میں اسے بیان کیا ہے علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو باب التکبیر بعد تسلیم الامام میں ذکر کیا ہے اب بتائیں کہ اگر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فرمان سے مراد نماز کے اندر کی تکبیریں ہوتیں تو یہ عظیم الشان محدثین اس روایت کو نماز کے بعد ذکر کے باب میں کیوں بیان فرماتے کیا یہ حضرات نہ سمجھے کہ اس سے مراد نماز کے اندر کی تکبیریں ہیں نیز اگر اس سے مراد ایام تشریق کی تکبیریں ہوتیں تو یہ حضرات مطلق نماز کے بعد ذکر کے باب میں اسے کیوں بیان کرتے ایام تشریق کی تکبیرات کے باب میں اسے بیان کیوں نہ کیا۔

ثانیاً: اگر کوئی بانظر حقیقت دیکھے تو روایت کی اندرونی شہادت سے ہی اسے واضح ہو جائے گا کہ یہ بلند ذکر فرض نماز باجماعت سے بعد ہوتا تھا حدیث کے الفاظ ہیں: حین ینصرف الناس من المتکوبۃ۔ یعنی باآواز بلند ذکر اس وقت ہوتا جب لوگ فرض نماز سے سلام پھیرتے تھے۔

ثالثاً: شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض علماء کے اقوال بیان کئے ہیں لیکن ان اقوال کو ان کا مؤقف کہنا مکابرہ ہے کیوں کہ یہ تو علماء کا طریقہ چلا آرہا ہے کہ اگر حنفی کوئی کتاب لکھتا ہے تو ساتھ دیگر آئمہ مذاہب کے اقوال و مواقف کو بھی بیان کرتا ہے تو ائمہ کرام کے اقوال کو بیان کر دینا اس کا مذہب و مؤقف نہیں بن جاتا تو اسے شاہ عبد الحق محدث

کا مؤقف کہنا بھی درست نہیں۔ نیز اسی عبارت میں بعد از جماعت مطلق ذکر جہر پر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے ہی استدلال کیا گیا ہے جس سے تمام احتمالات کی تردید ہوتی ہے۔فرماتے ہیں: پس آوردہ است بخاری ایں حدیث راپس معلوم شد کہ مراد بتکبیر مطلق ذکر است۔یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو لائے ہیں تو معلوم ہوا کہ تکبیر سے مراد مطلق ذکر ہے مگر افسوس ہے کہ مولانا شرقپوری صاحب حدیث پاک کی صریح دلالت کو چھوڑ کر احتمالات کو اُچھال رہے ہیں۔

رابعاً: اگر بقول مولانا عبدالغفور شرقپوری صاحب شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پر احتمالات کے سبب روایت کا سمجھنا دشوار تھا تو پھر آپ یہ نہ فرماتے کہ وحق آنست کہ ذکر جہر مشروع است بلا شبہ مگر بعارض اور حق یہ ہے کہ بلند ذکر بلا شبہ شرع میں طریقہ جاریہ ہے۔ مگر کسی عارضہ کے وقت اشعۃ اللعمات ج 2 صفحہ 229۔ زیر بحث کتاب کے مصنف مولانا شرقپوری صاحب لکھتے ہیں کہ ایک بے اصل روایت کی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف نسبت اس کے نیچے لکھتے ہیں۔ مندرجہ ذیل روایت مسلسل کتابوں، رسائل اور اشتہارات میں شائع ہو رہی ہے۔قصداً تو نہیں سہواً یا بے توجہی کی وجہ سے ہی ہوسکتا ہے اس کی طرف توجہ فرمائی جائے۔

1- حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بوجہ صغر سنی کے بعض اوقات جماعت میں حاضر نہ ہوتے تھے فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد مسلمان اس قدر بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے کہ ہم گھروں کے لوگ سمجھ جاتے تھے کہ اب نماز ختم ہوئی۔

2- یعنی میں زمانہ نبوی میں بہت کم عمر تھا اس لئے کبھی کبھی جماعت میں حاضر نہ ہوتا مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام صحابہ کرام نماز کے بعد اتنی بلند آواز سے تکبیریں کہتے تھے کہ گھروں میں آواز پہنچ جاتی تھی۔ اور ہم پہچان لیا کرتے تھے کہ نماز ختم ہوگئی۔

3- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے بچپن کی وجہ سے چونکہ گھر میں ہوتے تھے اس لئے ذکر پاک کی آواز اپنے گھر میں سن لیتے تھے اور معلوم کر لیتے تھے کہ نماز ختم ہوئی

حالانکہ حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنے گھر میں تکبیر و ذکر کی آواز سننا احادیث مبارکہ کی کسی کتاب میں مذکور نہیں بلکہ ان احتمالات سے بھی نہیں جو شارحین حدیث و محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں۔ عینی: نووی اور اشعۃ اللمعات مرقاۃ کی مذکورہ بالا عبارتوں میں ملاحظہ فرمائیں چہ جائے کہ حضور سیّد عالم نور مجسم جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ترجمان القرآن سیّد المفسرین بحر العلم حبر الامہ حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف بے اصل روایت منسوب کرنا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نماز کے بعد مسلمان اس قدر بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے کہ ہم گھروں کے لوگ سمجھ جاتے تھے کہ اب نماز ختم ہوئی۔

الجواب اوّلاً: دیکھنا یہ ہے کہ مولانا شرقپوری صاحب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کو بے اصل کہہ کر کیا مراد لے رہے ہیں اگر اس سے مراد من گھڑت موضوع ہے جیسا کہ ان کی عبارت سے ظاہر ہے کیوں کہ بے اصل سے یہی مراد ہوتا ہے کہ روایت کا متن من گھڑت ہے اس صورت میں مولانا صاحب پر ایک ایسی صحیح حدیث کا انکار لازم آتا ہے جس کا متن مع الاسناد کتب حدیث معتبرہ صحیحہ کثیرہ میں موجود ہے اور اگر بے اصل کہنے سے ان کی مراد متن حدیث میں کمی و زیادتی ہے تو پھر اس پر بے اصل کا اطلاق درست نہیں بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس روایت میں کمی یا زیادتی کی گئی ہے یہ مراد تھی تو حضرت صاحب کو حدیث کی عبارت میں کمی و اضافہ کی نشاندہی کرنی چاہیے تھی اور یہ بھی بتانا چاہیے تھا کمی و اضافہ کس نے اور کہاں کیا ہے۔ ایسے ہی مجہول کہے دینا کہ مسلسل کتابوں و رسائل و اشتہارات میں شائع ہو رہی ہے قابل اعتبار نہیں ہوسکتا۔

ثانیاً: مصنف جاء الحق حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بلند آواز سے ذکر کی بحث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کی عربی عبارت اور ترجمہ لکھنے کے بعد نشان لگا کر حدیث کی مراد کی بحوالہ وضاحت کی ہے اگر مولانا شرقپوری صاحب کا اشارہ اسی جاء الحق کی عبارت کی طرف ہے تو اسے کوئی بھی صاحب عقل و انصاف

نہیں کہے سکتا کہ یہ ترجمہ میں اضافہ ہے چہ جائیکہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کو خوف خدا سے بے نیاز ہو کے بے اصل کہا جائے اور علماء پر روایت پاس سے گھڑنے کا الزام دیا جائے۔ اس جگہ جاء الحق کی عبارت اسی طریقہ کے ساتھ من عن پیش کر دیتا ہوں کہ کسی کو شبہ کی گنجائش نہ رہے۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کُنْتُ اَعْرِفُ اِنْقِضَاءَ صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالتَّکْبِیْرِ۔

عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں تکبیر کی آواز سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کا اختتام معلوم کرتا تھا۔

یعنی عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوجہ صغرسنی کے بعض جماعت نماز میں حاضر نہ ہوتے تھے فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد مسلمان اس قدر بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے کہ ہم گھروں کے لوگ سمجھ جاتے تھے کہ اب نماز ختم ہوئی لمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

اِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ کَانَ لَمْ یَحْضِرِ الْحَمَاعَۃَ لِاَنَّہٗ کَانَ صَغِیْرًا مِّمَّنْ لَّا یُوَاظِبُ عَلٰی ذٰلِکَ

حضرت ابن عباس بچے تھے اس لئے جماعت میں پابندی سے نہ آتے تھے۔

مولانا شرقپوری صاحب کا یہ کہنا کہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنے گھر میں تکبیر و ذکر کی آواز کو سننا احادیث مبارکہ کی کسی کتاب میں مذکور نہیں بلکہ ان احتمالات سے بھی نہیں جو شارحین حدیث و محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔ الجواب یہ تو شارحین کرام نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کم عمری کے سبب نماز و جماعت کے مکلف نہیں تھے اسی لئے آپ کبھی کبھی جماعت میں شامل نہیں ہوتے تھے تبھی آپ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کا پورا ہونا تکبیر کی آواز سے جان لیتا تھا اب اس میں قوی احتمال تو یہی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے گھر میں ہوتے چونکہ گھر آپ کا مسجد نبوی شریف سے قریب تھا لہٰذا جماعت کے بعد بلند ذکر کی آواز سن کر آپ کو معلوم ہو جاتا تھا کہ اب جماعت ہو چکی ہے پھر اگر یہی مان لیں کہ آپ گھر کے علاوہ اور کہیں مسجد کے قرب و جوار میں ہوتے جہاں سے آپ جماعت کے بعد بلند ذکر ہونے پر

جان جاتے کہ اب جماعت ہو چکی ہے۔ اس احتمال سے ہمارا مطلوب جماعت کے بعد ذکر جہر ثابت کرنا حاصل۔لیکن مولانا شرقپوری صاحب بتائیں کہ اسے اصرار سے کیا ہاتھ آیا۔ ہمارے جن علماء نے جماعت کے بعد ذکر بالجہر کے جواز و استحباب پر مضمون لکھے ہیں۔ ان کے دلائل میں سے صریح الدلالت حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت بھی ہے کہ

جماعت کے بعد بلند ذکر کا حدیث مرفوع سے ثبوت:

قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ مِنْ صَلٰوتِهٖ يَقُوْلُ بِصَوْتِ الْاَعْلٰى لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔الخ۔

فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام فرماتے تو بلند آواز سے مذکورہ بالا کلمات پڑھتے اس میں احتمالات ثابت کرنے کے لئے مولانا شرقپوری زیر بحث کتاب کے صفحہ 69 پر الشاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ سے عبارت پیش کرتے ہیں جس کو پیچھے لکھا جا چکا ہے لہٰذا اعادہ کی حاجت نہیں اور اس میں بیان کردہ احتمالات کا بھی جواب ہو چکا ہے اب یہ عرض کرتا ہوں کہ جب صحابی کا عمل اپنی روایت کردہ حدیث کے مطابق ہو تو کوئی احتمال باقی نہیں رہتا اب دیکھیں کہ راوئ حدیث ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل حدیث کے مطابق ہے یا نہیں۔

صحابہ کا عمل حدیث کے موافق ہو تو احتمال باقی نہیں رہتا:

عن ابی الزبیر قال کان ابن الزبیر یقول فی دبر کل صلوٰۃ حین یسلم لا اله الا الله وحده لا شریك له الملك وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر ۔(مسلم جلد اوّل صفحہ نمبر 218)

ابوزبیر نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر نماز کے پیچھے سلام کے بعد مذکورہ کلمات پڑھتے تھے۔ اسی جگہ ایک روایت میں یقول کی جگہ یھلل منقول ہے

جس کا معنی باآواز بلند پڑھنا ہے۔ فائدہ روایت میں کان لفظ یقول۔ مضارع پر داخل ہوا ہے اور جب کان مضارع پر آئے تو فائدہ استمرار کا دیتا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر نماز کے بعد ہمیشہ باآواز بلند ذکر کیا کرتے تھے اب ہم مولانا شرقپوری صاحب سے عرض گزار ہیں کہ شارحین کے احتمال کا کہ صحابہ کرام ہمیشہ بلند ذکر نہیں کرتے تھے سہارا چھوڑ کر مذکورہ روایت پر غور کریں اور شکوک وشبہات کو ہوا نہ دیں۔ پھر اگر مولانا صاحب کے پیش کردہ احتمالات قابل اعتماد ہوتے تو شاہ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ نہ فرماتے کہ یہ روایت ذکر بالجہر پر صریح الدلالت ہے اور یہ بھی نہ فرماتے کہ ذکر جہر بلاشبہ مشروع ہے۔ واضح رہے کہ مفتی مولانا احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معروف کتاب جاء الحق میں اور شارح مسلم مولانا غلام رسول سعیدی صاحب نے اپنی ذکر بالجہر میں ذکر بالجہر بعداز جماعت کے استحباب پر فتاویٰ شامی سے یہ عبارت پیش کی ہے: اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ سَلَفًا وَّ خَلَفًا عَلٰی اِسْتِحْبَابِ ذِکْرِ الْجَمَاعَةِ فِی الْمَسَاجِدِ وَغَیْرِھَا اِلَّا اَنْ یُّشَوِّشَ جَھْرُھُمْ عَلٰی نَائِمٍ اَوْ مُصَلٍّ اَوْ قَارِیٔ۔ یعنی تمام متقدمین اور متاخرین علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جماعت کے بعد ذکر بالجہر مساجد اور اس کے علاوہ مستحب ہے جب تک کہ ان کا جہر اس حد کو نہ پہنچے جس سے نمازی یا سوتے یا قرأت کرنے والے کو تکلیف ہو۔ اس پر مولانا شرقپوری صاحب اعتراضات کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ شامی کی اس پیش کردہ عبارت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نماز کی جماعت کے بعد نماز میں مسبوقین کے ہوتے ہوئے ذکر بالجہر کے استحباب پر علماء سلف وخلف کا اجماع ہے کیونکہ اس عبارت میں ذکر الجماعت سے خاص نماز کی جماعت کا ذکر مراد نہیں بلکہ کسی جماعت کا ذکر گروہ کا ذکر مجمع کا ذکر چند آدمیوں کا ذکر ہے۔

اوّلاً: مساجد کے بعد وغیرہا (یعنی مساجد اور مساجد کے غیر میں) الفاظ سے بھی کچھ اس کی تائید ہوتی ہے کہ یہاں خاص نماز کی جماعت مراد نہیں کیوں کہ نماز کی جماعت تو اکثر مساجد میں ہوتی ہے غیر مساجد میں نہیں۔ یہاں تو وہ جماعت مراد ہے۔ جو مسجد اور غیر مسجد میں ہو۔

ثانیاً: علامہ شامی (علیہ الرحمہ) کی عبارت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جو اسی باب مطلب فی رفع الصوت بالذکر میں ذکر بالجہر کے اثبات میں پیش کی گئی ہے۔ جاء فی الحدیث ما اقتضیٰ طلب الجهر به ۔حدیث میں جو آیا وہ طلب جہر کا تقاضا کرتا ہے نحو وان ذكرني في ملاء ذكرته في ملاء خير منهم ۔

مولانا کے دعویٰ اور عمل میں تضاد:

بہت افسوس کی بات ہے کہ مولانا صاحب بار بار دعویٰ تو کر رہے ہیں کہ میرا مقصد کسی طرف کی مخالفت یا حمایت نہیں میں تو ایک مسئلہ کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں مگر عمل اس کے برعکس یہ ہے کہ بعد از جماعت ذکر بالجہر کی واضح دلیلوں میں شکوک وشبہات کو ہوا دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔

حضرت صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر فتاویٰ شامی کی مذکورہ عبارت سے جماعت کے بعد مل کر بلند ذکر کا استحباب ثابت نہیں ہوتا تو پھر فقہاء نے اس عبارت کو جماعت کے بعد ذکر بالجہر کے باب میں لکھ کر اس سے جماعت کے بعد ذکر بالجہر کے استحباب پر استدلال کیوں کیا ہے کیا وہ نہیں جانتے تھے کہ اس عبارت کا تعلق اس مسئلہ سے نہیں چنانچہ صاحب طحطاوی نے اسے باب صفة الاذکار الواردة بعد صلوٰة الفرض میں لکھا ہے۔

ثانیاً: اگر شامی کی اس عبارت سے نماز کی جماعت کا ذکر مراد نہ ہوتا تو پھر ذکر الجماعۃ کی بجائے ذکر المجمع ہونا چاہیے۔

ثالثاً: اگر حضرت صاحب کی مانکر ذکر الجماعۃ سے عام مراد لیں تو عام کے کسی فرد کو عام کے حکم سے بلا دلیل خارج کرنا درست نہیں لہٰذا مولانا صاحب نماز کی جماعت کے ذکر کو کیسے خارج کریں گے؟

رابعاً: اگر مسبوقین کے ہوتے ہوئے بعد از جماعت ذکر بالجہر کے استحباب پر علماء کا اجماع مراد نہیں تو پھر الا ان یشوش مصل ۔کا استثناء کیوں کیا گیا یہی کہہ دیا جاتا کہ مسبوقین کے پاس ذکر بالجہر جائز نہیں یہ استثناء کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ جب تک

مسبوقین کے لئے ذکر جہر پریشانی کا سبب نہ ہو علماء خلف وسلف کے ہاں جماعت کے بعد ذکر جہر مستحب رہے گا۔

خامساً: بہر صورت مذکورہ عبارت مولانا شرقپوری صاحب کے مؤقف کے خلاف ہے کیونکہ اس میں ایسے جہر کو مستحب سے مستثناء کیا ہے جو کسی سوتے یا نمازی یا قرآن پڑھنے والے کو پریشان کرے یعنی جہر مفرط جب کہ مولانا صاحب ایسے جہر کو بھی ناجائز فرماتے ہیں جس کی آواز نمازی تک پہنچے۔ اگر نمازی کو آواز کا پہنچنا ہی مخل نماز ہو تو پھر اس گنجان آبادی کے دور میں کسی کی نماز کو خلل سے محفوظ رہنا مشکل ہے کیونکہ کوئی نہ کوئی آواز تو نمازی کو سنائی دیتی رہتی ہے کہیں سے انسانوں کی آواز کہیں سے حیوانوں کی آواز کہیں سے ریڈیوٹیپ کی آواز کہیں سے ٹریفک کی آواز۔

مولانا شرقپوری کا ایک حدیث سے بیجا استدلال:

مولانا شرقپوری صاحب بعداز جماعت ذکر بالجہر کے ناجائز ہونے پر ایک حدیث کو جو کہ مختلف الفاظ سے وارد ہے۔ پیش فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قال اعتكف النبی صلی الله علی وسلم فی المسجد فسمعهم یجهرون بالقرأة وهو فی قبة له فكشف المستورة وقال الا ان كلكم ینا جی ربه فلا یؤذین بعضكم علی بعض ولا یرفعن بعضكم علی بعض فی قرأة فی الصلوٰة۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد اقدس میں اعتکاف فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلند آواز قرآن پڑھتے سنا اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قبہ گول خیمہ میں تشریف فرما تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لگایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ اٹھایا اور فرمایا خبردار بیشک تم تمام اپنے ربّ سے مناجات کرتے ہو تو تمہارا بعض بعض کو ہرگز

اذیت نہ دے اور تمہارا بعض بعض پر نماز میں قرآن پڑھنے میں ہرگز آواز بلند نہ کرے۔

آگے چل کر فائدہ کے ضمن میں مولانا صاحب بیان فرماتے ہیں۔

اس سے وہ سبق لیں جو کہتے ہیں کہ بندہ توجہ کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے پاس کسی کے بلند آواز سے ذکر و درود شریف و قرآن کریم پڑھنے سے اس کی نماز میں خلل نہیں آتا اس کو اذیت و تشویش نہیں ہوتی اس لئے کہ ہم حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے زیادہ توجہ اور حضور کے ساتھ نماز پڑھنے والے نہیں ہو سکتے تو جب ان کو تاکید کے ساتھ فرمایا کہ تمہارا بعض بعض کو ہرگز اذیت نہ دے اور تمہارا بعض بعض پر قرآن پڑھنے میں ہرگز آواز بلند نہ کرے تو ہماری ان کے مقابل کیا حیثیت ہے۔ کہ باآواز بلند پڑھنے سے ہماری نماز میں خلل نہ آئے ہمیں اذیت و تشویش نہ ہو۔ (صفحہ 87 تا 89)

بیجا استدلال کا رد:

جواب: مولانا شرقپوری صاحب کا مذکورہ روایت میں باآواز بلند قرأت سے منع کو جماعت کے بعد ذکر جہر پر قیاس کرنا اور اس سے جماعت کے بعد بلند ذکر کے منع کرنے پر استدلال کرنا قیاس مع الفارق اور بے تکا استدلال ہے کیوں کہ مذکورہ روایت سے ظاہر ہے کہ سب مسجد میں اپنی اپنی نفل نماز پڑھ رہے تھے اگر فرض ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں موجود تھے آپ امامت فرماتے اور قرأت صرف آپ ہی کرتے جب ظاہر ہے کہ سب لوگ اپنی اپنی نفل نماز قریب قریب پڑھ رہے تھے تو دریں صورت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بلند قرأت سے منع فرمایا تو اس صورت میں جہر کے جواز کا کوئی بھی قائل نہیں مولانا شرقپوری صاحب کو اپنے دعویٰ نمازی کے پاس جماعت کے بعد مطلق ذکر جہر کے منع پر دلیل پیش کرنی چاہیے تھی۔ اس بے جوڑ دلیل پیش کرنے سے معلوم ہوا کہ مولانا صاحب کا دامن حقیقی دلائل سے خالی ہے۔

مصنف شرح صحیح مسلم اپنے قائم کردہ عنوان میں فرماتے ہیں ''یہ حدیث اس بات پر

دلیل ہے کہ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نماز کے بعد ذکر بالجہر طریق معروف تھا حالانکہ اس وقت بھی نماز میں مسبوقین (ہوتے تھے)

اس پر مولانا شرقپوری صاحب اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

بندۂ مؤلف کی طرف سے وضاحت

فتح الباری شرح صحیح بخاری عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری نووی شرح صحیح مسلم اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کی مذکورہ بالا عبارات قارئین نے پڑھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے بعد (وقت یسیر) تھوڑا سا وقت ذکر بالجہر فرمایا وہ بھی ذکر کے طریقے کی تعلیم کے لئے اس پر دوام نہیں فرمایا اسی لئے ہماری فقہ کی کتابوں میں اس کا سنت ہونا مذکور نہیں اور ائمہ الاربعہ تو اس کے مستحب ہونے کے بھی قائل نہیں بہر حال ہم مجتہد نہیں کہ حدیث سے خود مسائل کا استنباط کریں جب فقہائے کرام کا فرمان بھی فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ ذکر بالجہر جس کے باعث نمازی کو ایذا تشویش ہو منع ہے اور امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فقہ حنفی کی کتب کے حوالے سے فرماتے ہیں جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ با آواز پڑھنے سے اس کی نماز یا نیند میں خلل آئے گا وہاں قرآن مجید و وظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے تو ہمیں اس پر عمل کرنا چاہے توسط و اعتدال کی قید فقہ کی کتابوں میں مذکور نہیں اور کسی ایک قول سے مذہب نہیں بنتا اور نہ ہی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے فتوؤں میں مذکور ہے۔ (زیر بحث کتاب ص90)

فقہاء کی طرف خلاف حقیقت بات منسوب کرنے کا جواب:

الجواب اوّلاً: مولانا شرقپوری صاحب نے چند معروف کتب شروح حدیث کا حوالہ دے کر جو لکھا ہے کہ ان کی عبارتوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد تھوڑا وقت ذکر بالجہر فرمایا وہ بھی ذکر کے طریقہ کی تعلیم کے لئے اس پر دوام نہیں فرمایا۔

اس میں محض ان کا مقصود دھوکہ دہی ہے اس کا ثبوت خود یہی عبارتیں ہیں۔ صاحب فتح

الباری علامہ ابن حجرہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث بیان کرنے کے بعد اپنا مؤقف یوں لکھا ہے:

وَفِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى جَوَازِ الْجَهْرِ بِالذِّكْرِ عَقَبَ الصَّلٰوةِ۔

اس حدیث میں نماز کے بعد ذکر بالجہر کے جواز پر دلیل ہے۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں ابن عباس کی روایت کے پیش نظر بعض علمائے سلف کا مؤقف یوں بیان کیا ہے۔

اِسْتَدَلَّ بِهٖ بَعْضُ السَّلَفِ عَلٰى اِسْتِحْبَابِ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالتَّكْبِيْرِ وَالذِّكْرِ عَقِيْبَ الْمَكْتُوْبَةِ۔

اس حدیث سے بعض علمائے متقدمین نے فرض کی جماعت کے بعد بآواز بلند تکبیر کہنے اور ذکر بالجہر کے مستحب ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اسی طرح شارح صحیح مسلم علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح کامل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مختلف الفاظ کے ساتھ تین روایتیں جو کہ بعد از جماعت بآواز بلند ذکر پر صریح الدلالت ہیں لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔

هٰذَا دَلِيْلٌ لِمَا قَالَهٗ بَعْضُ السَّلَفِ اِنَّهٗ يَسْتَحِبُّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالتَّكْبِيْرِ وَالذِّكْرِ عَقْبَ الْمَكْتُوْبَةِ

یہ دلیل ہے بعض متقدمین کی کہ بلا شبہ بلند آواز سے تکبیر و ذکر فرض کی جماعت کے بعد مستحب ہے۔ شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کے متعلق علماء کے مختلف اقوال بیان کرنے کے بعد اپنا مؤقف یوں بیان فرماتے ہیں وجہر بذکر مشروع است بلا شبہ۔ اور بآواز بلند ذکر بلا شبہ مشروع ہے۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد اوّل ص 420 اس بیان سے مقصود یہ بتانا تھا کہ حدیث کے جس استدلال کو شارحین نے ترجیح دی ہے اسے نسیاً منسیہ کر کے ایک بعید الحقیقت اور خلاف الظاہر قول کو عبارتوں کا محصل کہنا انصاف و دیانت کے خلاف ہے۔

ثانیاً: جب کوئی مسئلہ حدیث صریح سے ثابت ہو اور اس کے معارض و مخالف کتاب و سنت سے کوئی دلیل قطعی نہ ہو تو ایسی صورت میں اس حدیث پر عمل کرنا ہی صحیح دین اور مقتضائے حق ہے اور کوئی شخص اپنی جگہ کتنا ہی بڑا بزرگ و عالم دین کیوں نہ ہو لیکن جب وہ حدیث صریح کے خلاف کوئی بات بلا دلیل محض اپنی رائے سے کہتا ہو تو دریں صورت اس کی ذاتی رائے کو چھوڑ کر اس صریح حدیث پر عمل کرنا ہی راہِ ہدایت اور استقامت علی الحق ہے۔
نیز اصول یہ ہے کہ قول صحابی بھی اگر حدیث رسول کے معارض ہو تو حدیث کے مقابلہ میں اس قول کو چھوڑ دیا جاتا ہے تو پھر بعد کا کوئی شخص علم و فضل میں کتنا ہی فائق کیوں نہ ہو صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کو تو نہیں پہنچ سکتا۔ اب دیکھیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں جسے محمد بن امام اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا:

کُنْتُ اَعْرِفُ اِنْقِضَاءَ صَلٰوۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالتَّکْبِیْرِ۔

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کا پورا ہونا تکبیر کی آواز سے جان جاتا تھا۔

دوسری روایت میں جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

کُنَّا نَعْرِفُ اِنْقِضَاءَ صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالتَّکْبِیْرِ۔

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا پورا ہونا تکبیر کی آواز سے جان لیتے تھے۔

تیسری روایت کو شیخین کی صحیحین کے علاوہ ابو داؤد نے بھی روایت کیا کہ سیّدنا و ابن سیّدنا حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ:

اِنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِذِکْرِ حِیْنَ یَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَکْتُوْبَۃِ کَانَ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

بے شک فرضوں کی نماز سے فارغ ہونے کے وقت با آواز بلند ذکر کرنا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مروج تھا۔

مذکورہ تینوں روایتیں صریح الدلالت غیر منسوخ اشھر المشاہیر مستند کتب حدیث بخاری و مسلم اور ابو داؤد سے لکھی گئی ہیں۔ ان کو چھوڑ کر شاذ و خلاف الظاہر قول کو لیکر بعد از جماعت با آواز بلند ذکر کا انکار خلاف راہ صواب ہے مگر مولانا شرقپوری صاحب یہی رٹ لگائے ہوئے ہیں کہ ہمیں ان حدیثوں سے استدلال کا حق نہیں ہمیں تو آئمہ وفقہاء کے اقوال و مواقف کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کیا فرماتے ہیں جب ان کے قول و مواقف کو پیش کیا جاتا ہے تو اپنے مقصد کے خلاف کی تاویلیں گھڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ رضائے مولا تعالیٰ نہیں رضائے نفس ہے اللہ تعالیٰ ایسے فعل سے محفوظ رکھے۔ زیر بحث کتاب کے صفحہ نمبر 91 پر مولانا شرقپوری صاحب اعتراض کے طور پر لکھتے ہیں ایک قول پر اجماع کیسے مان لیا گیا۔ ردالمحتار شامی سے نقل کردہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول

اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ سَلَفًا وَّ خَلَفًا عَلٰی اِسْتِحْبَابِ ذِکْرِ الْجَمَاعَةِ فِی الْمَسَاجِدِ وَغَیْرَھَا اِلَّا اَنْ یُّشَوِّشَ جَھْرُھُمْ عَلٰی نَائِمٍ اَوْ مُصَلٍّ اَوْ قَارِئٍ۔

سے جماعت کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کے استحباب پر تمام متقدمین و متاخرین علماء کا اجماع مان لیا گیا۔ حالانکہ شامی میں اس قول مذکور کے متصلاً ماقبل حرام و جائز کا قول بھی مذکور ہے۔

ایک بے جا اعتراض کے جوابات:

الجواب اوّلاً: حضرت جب بعد از جماعت ذکر بالجہر کے متعلق علماء کے تین قول ہیں مستحب و جائز و حرام تو پھر آپ اوّل الذکر دو قول کو چھوڑ کر تیسرے قول کے قائل کیوں ہوتے ہیں ترجیح تو دو کو ہونی چاہیے کیا حرام کے قائل نے کوئی دلیل قطعی پیش کر دی ہے۔

ثانیاً: جس قول کو آپ ترجیح دے رہے ہیں وہ ان احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہے جن میں بعد از جماعت با آواز بلند ذکر کا ثبوت ہے۔ یہاں بطور مثال ایک حدیث پیش کر دیتا ہوں۔ امام محی السنہ ابو محمد حسین بن مسعود بغوی اپنی دو سندوں کے ساتھ فرماتے ہیں۔

اَخْبَرَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ بْنِ مُحَمَّدِ نِ الْكَسائی انا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنِ اَحْمَدَ الْخَلَّال نا اَبُو الْعَبَّاسِ الْاَصَمَّ (ح) وَ اَخْبَرَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الصَّالِحِیُّ و مُحَمَّدُ ابْنُ اَحْمَدَ الْعَارِفُ قَالَا اَنَا اَبُوْبَكْرِ نِ الْخِيْرِیُّ ، نا اَبُو الْعَبَّاسِ الاصَمُّ، اَنَا الرَّبِيْعُ ، اَنَا الشَّافِعِیُّ اَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنِیْ مُوْسٰی بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ ، اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ مِنْ صَلٰوتِهٖ يَقُوْلُ بِصَوْتِهِ الْاَعْلٰی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدُ رَّسُوْلُ اللهِ..........

''شرح السنۃ البغوی'' کتاب الصلوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ ہمیں عبد الوہاب بن محمد الکسائی نے خبر دی۔ انہوں نے کہا ہمیں عبدالعزیز بن احمد الخلال نے خبر دی انہوں نے کہا ہم سے ابوالعباس الاصم نے بیان کیا۔

(دوسری سند) اور ہمیں احمد بن عبداللہ الصالحی اور محمد بن احمد العارف نے خبر دی دونوں نے کہا ہمیں ابوبکر الخیری نے بتلایا انہوں نے کہا ہم سے ابوالعباس نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہمیں ربیع نے خبر دی انہوں نے کہا ہمیں امام شافعی نے خبر دی انہوں نے کہا ہمیں ابراہیم بن محمد نے بتلایا انہوں نے کہا مجھے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا۔ وہ ابوالزبیر سے روایت کرتے ہیں انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام پھیرتے تو اپنی بلند آواز کیساتھ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول پڑھتے۔ شرقپوری کا یہ اعتراض کہ امام شعرانی کے قول پر علماء سلف وخلف کا بعداز جماعت ذکر بالجہر کے استحباب پر اجماع کیسے مان لیا گیا۔

جواب اوّلاً: اس لئے کہ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت بڑے محقق اور غیر جانبدار اور چاروں اماموں کے اصولی وفروعی اختلافات سے واقف ہیں ان کی بات وزنی اور حقیقت ہے۔

ثانیاً: ان کے مذکورہ قول کو فقہاء وشارحین نے بطور دلیل پیش تو کیا ہے مگر کسی نے اس

کارد نہیں کیا۔

ثالثاً: عقل بھی مانتی ہے کہ جب احادیث کثیرہ سے بعد از جماعت بلند ذکر ثابت ہے تو اس پر علمائے اُمت کا سلفاً خلفاً اجماع ہونا چاہیے۔

عبد الغفور شرقپوری صاحب نے الحاج مولانا ابو داؤد محمد صادق صاحب مدظلہ العالی خطیب جامع مسجد زینۃ المساجد گوجرانوالہ کی طرف سے شائع کردہ پمفلٹ بعنوان اذان ونماز کے بعد ذکر و درود اور انگوٹھے چومنے کا مسئلہ پر تنقید کی ہے۔ پمفلٹ میں پیش کردہ امام شعرانی کا ارشاد کہ۔ **اجمع العلماء سلفا و خلفا علی استحباب ذکر الجماعۃ فی المساجد وغیرھا۔** کا ترجمہ فرمایا کہ یعنی علماء سلف وخلف کا اجماع ہے کہ مساجد میں جماعت کا ملکر ذکر کرنا مستحب ہے اس کے ساتھ کی کچھ عربی عبارت نقل نہ فرمائی مگر مسئلہ کی وضاحت کے لئے ترجمہ عبارت غیر منقولہ کا بھی لکھ دیا کہ مگر کوئی سویا ہوا ہو یا پہلے سے نماز یا قرآن پڑھ رہا ہو تو اسے تشویش میں نہ ڈالیں۔ شرقپوری صاحب طنزیہ طور پر لکھتے ہیں یعنی پہلے سے نماز یا قرآن پڑھنے والے کو تشویش میں نہ ڈالیں (بعد میں آنے والے نمازی یا قاری کو تشویش میں ڈالنا) جائز ہے منع نہیں اس کے ترجمہ میں معترض نے دو اضافوں کا بطور تنقید ذکر کیا ہے۔ ایک تو ان کے طنزیہ جملہ سے واضح ہے کہ اس میں (پہلے سے) کا اضافہ ہے دوسرا ان کے زعم میں لفظ (ملکر) زیادہ ہے چنانچہ مولانا شرقپوری صاحب لکھتے ہیں۔ اگر مؤلف پمفلٹ مذکور حضرت امام شعرانی علیہ الرحمۃ کے مذکورہ بالا قول مبارک کا صحیح ترجمہ فرما دیتے جس طرح کہ نائم اور مصل او قاری کا صحیح ترجمہ ہونا چاہیے۔ کوئی سونے والا کوئی نماز پڑھنے والا کوئی قرآن پڑھنے والا۔ کسی سونے والے یا کسی نمازی یا کسی قاری کو تشویش میں نہ ڈالیں۔ کیونکہ ان تینوں اسماء میں سے ہر ایک اسم فاعل اور نکرہ ہے اور اسم فاعل کو بغیر کسی قرینہ کے کسی ایک خاص زمانہ یا حالت کے ساتھ مقید نہیں کیا جا سکتا۔ اور جس طرح کہ مصنف جاء الحق علیہ الرحمۃ اور مصنف شرح صحیح مسلم نے صحیح ترجمہ فرمایا۔ حضرت مصنف جاء الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ترجمہ مگر یہ کہ ان کے جہر سے کسی سونے والے یا کسی نمازی

یا قاری کو پریشانی نہ ہو اور مؤلف شرح صحیح مسلم صاحب کا ترجمہ۔ الا یہ کہ ان کے جہر سے کسی کی نیند قرأت یا نماز میں خلل نہ ہو۔ تو مسئلہ واضح ہو جاتا ہے۔ زیر بحث کتاب ص 102

شرقپوری صاحب کی تنقیدی عبارت کا جواب:

الجواب اوّلا: جماعت کا ملکر ذکر کرنا مستحب ہے میں کچھ اضافہ نہیں بلکہ اس کا لازم معنی یہی بنتا ہے کیونکہ اس میں ذکر مضاف ہے اور جماعت مضاف الیہ۔ معنی یہ ہوا کہ جماعت کا ذکر تو جماعت کا ذکر تب ہی کہا جائے گا جب سب مل کر ذکر کریں انفرادی صورت میں جماعت کا ذکر نہیں کہلوائے گا۔

ثانیاً: اگر امام شعرانی کا مقصد جماعت کے بعد مل کر ذکر کرنے پر علماء کا مؤقف بیان کرنا نہ ہوتا بلکہ جماعت کے بعد مطلق ذکر بالجہر پر علماء کا مؤقف بتانا مقصود ہوتا تو پھر عبارت یوں نہیں ہونی چاہیے تھی کہ اجمع العلماء سَلَفًا وَ خَلَفًا عَلٰی اِسۡتِحۡبَابِ الذِّکۡرِ بَعۡدَ الۡجَمَاعَةِ۔ یعنی جماعت کے بعد ذکر مستحب ہونے پر علماء متقدمین ومتاخرین کا اجماع ہے۔

ثالثاً: پہلے سے کی قید اس لئے لگائی کہ ذکر شروع ہونے کے بعد اگر کوئی نمازی آئے تو اسے خود چاہیے کہ ذکر والوں سے کچھ فاصلہ پر نماز پڑھے پھر اگر وہ قریب پڑھتا ہے تو اس کا اپنا قصور ہے مولانا شرقپوری صاحب کا یہ ارشاد کہ نائم۔ مصل۔ قاری تینوں اسموں میں سے ہر ایک اسم فاعل اور نکرہ ہے اور اسم فاعل کو بغیر کسی قرینہ کے کسی ایک خاص زمانہ یا حالت کے ساتھ مقید نہیں کیا جا سکتا۔

الجواب: یہ تینوں اسم فاعل صفت کے لئے ہیں اور مشبہ بہ فعل ہیں اور فعل کی طرح ان میں بھی حدوث وعدم دوام ہوتا ہے اور ہر حادث زمانہ حدوث کا مقتضی ہوتا ہے۔ لہٰذا نائم یا مصلی یا قاری کسی کو اس وقت کہا جائے گا جب وہ سونے یا نماز یا قرأت کی حالت میں ہو اب اسم فاعل مشبہ بہ فعل کے لئے خاص زمانہ اور حالت ثابت ہو گئی مگر مولانا شرقپوری اس کا انکار فرما رہے ہیں۔

مولانا شرقپوری تنقیدی نظریہ سے حضرت علامہ مولانا محمد عبد الرشید رضوی رحمۃ اللہ علیہ

کی کتاب رشد الایمان فی دورۃ الحدیث والقرآن کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ نیز ساتھ ہی اس پر اعتراضات کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔ کتاب رشید الایمان فی دورۃ الحدیث والقرآن کے مؤلف نے یہ عنوان قائم فرمایا کہ نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا ثبوت۔ اور اس کے اثبات میں احادیث مبارکہ پیش فرمائیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے آیت

فاذکروا اللہ کذکرکم اباء کم او اشد ذکراً۔

ترجمہ: تم اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ۔

(کنز الایمان)

فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ۔

ترجمہ: پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو (فوراً) اللہ کی یاد کرو (ذکر کرو) (کنز الایمان)

لہٰذا فرض نماز کے بعد بلند آواز سے کلمہ شریف یا درود پاک پڑھنا جائز بلکہ بہتر ہے۔

آیت نمبر 1: اس آیت مبارکہ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ الخ میں بلند آواز سے ذکر کرنے کا حکم (ثبوت) ہے مگر نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا ثبوت نہیں تو یہ آیہ مبارکہ قائم کردہ عنوان کے مطابق نہ ہوئی کیونکہ عنوان مذکور تو یہ ہے (نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا ثبوت) اگر اس آیہ مبارکہ کے شروع کے الفاظ مبارکہ لکھ دیتے جن الفاظ کو قصداً چھوڑ دیا گیا تو مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا کہ یہاں نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مراد نہیں بلکہ مناسک حج پورا کرنے کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مراد ہے کیونکہ آیت کے شروع کے الفاظ کے بغیر اس کا موقع محل معلوم نہیں ہوتا اس آیہ مبارکہ کو اس کے شروع کے الفاظ کے ساتھ مع ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکرکم آباء کم او اشد ذکرا۔

ترجمہ: پھر جب اپنی حج کے کام پورے کر چکو مناسک حج پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ۔ (کنز الایمان)

اور مؤلف رشد الایمان اس آیہ مبارکہ سے نماز کے بعد آواز سے ذکر ثابت فرمار ہے

ہیں اور اس آیہ مبارکہ کے شانِ نزول سے بھی ظاہر ہے کہ یہاں مناسک حج پورا کرنے کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مراد ہے۔ شان نزول زمانہ جاہلیت میں عرب حج کے بعد کعبہ کے قریب اپنے باپ داد کے فضائل بیان کیا کرتے تھے اسلام میں بتایا گیا کہ شہرت وخود نمائی کی بے کار باتیں ہیں بجائے اس کے ذوق وشوق کیساتھ ذکر الٰہی کرو۔ آیت نمبر 2 اس آیہ مبارکہ میں نماز کے بعد مطلق ذکر کرنے کا حکم ثبوت ہے نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا حکم ثبوت نہیں۔ (زیر بحث کتاب ص 108)

خاص عام کے افراد میں داخل ہوتا ہے:

الجواب اوّلاً: مولانا شرقپوری صاحب کو اقرار ہے کہ آیہ مبارکہ میں بلند ذکر کا حکم وثبوت ہے تو بلند ذکر عام ہے اور جماعت کے بعد ذکر کرنا خاص جبکہ کلیہ مسلمہ ہے کہ خاص بھی عام کے افراد میں داخل ہوتا ہے جب تک کوئی دلیل خارج کرنے والی موجود نہ ہو لہٰذا جماعت کے بعد ذکر با آواز بلند ذکر کے حکم میں داخل ہے۔

ثانیاً: مولانا صاحب کا یہ ارشاد کہ اس آیہ مبارکہ کے شان نزول سے بھی ظاہر ہے کہ یہاں مناسک حج ادا کرنے کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مراد ہے۔

شان نزول خاص ہونے سے حکم خاص نہیں ہوتا:

جواب: شاید حضرت صاحب کو علمائے مفسرین کا یہ قاعدہ یاد نہیں رہا کہ شان نزول کے خاص ہونے سے حکم خاص نہیں ہوتا بلکہ حکم عام ہوتا ہے تو عام میں جماعت کے بعد بلند ذکر بھی شامل ہے۔

ثالثاً: افسوس ہے مولانا شرقپوری کے روّیے سے کہ آیت کا شان نزول تو مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر خزائن العرفان کے حوالہ سے بیان کرلیا مگر خلاف مقصد جان کر ساتھ ہی کے چند الفاظ کو نقل نہ کیا اس کی مجبوری ظاہر ہے کہ اگر ان الفاظ کو نقل کر دیتے تو اس کا سب کیا ضائع ہو جاتا کہ مسئلہ لوگوں پر واضح ہوتا اور یہ بھی خوف ہوگا کہ کوئی سوال نہ کردے کہ حضرت صاحب سیّد نعیم الدین رحمۃ اللہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے شاگرد و خلیفہ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے ذکر جہر و ذکر جماعت ثابت ہوتا ہے تو آپ کیوں کہتے ہیں کہ اس سے جماعت کے بعد بلند ذکر ثابت نہیں ہوتا۔ دوسری آیت کے متعلق مولانا شرقپوری صاحب فرماتے ہیں آیہ مبارکہ میں نماز کے بعد مطلق ذکر کرنے کا حکم (ثبوت) ہے نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا حکم (ثبوت) نہیں۔

نوٹ اس اعتراض کا جواب آیت نمبر 1 کے پہلے دو جوابوں کے ضمن میں ہو چکا ہے اب دہرانے کی حاجت نہیں۔ واضح رہے کہ جس رشد الایمان فی دورۃ الحدیث والقرآن پر مولانا شرقپوری اعتراضات کر رہے ہیں اس کے مصنف حضرت علامہ مولانا محمد عبد الرشید صاحب رضوی بانی و مہتمم دار العلوم غوثیہ رضویہ مظہر الاسلام آف سمندری ہیں۔ اسی رشد الایمان فی دورۃ الحدیث والقرآن پر ان کے باقی ماندہ اعتراض یوں ہے۔

مؤلف رشد الایمان کے عجیب و غریب استدلال کی وضاحت

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے پڑھتے۔

لا الہ اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر o

یہاں تک دُعا نقل فرمائی۔ باقی الفاظ مبارکہ چھوڑ دیئے۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ لا الہ الا اللہ ولا نعبدو الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء' الحسن لا الہ اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکفرون o

اور مؤلف رشد الایمان نے ترجمہ فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے فرماتے لا الہ الا اللہ تا کہ عام قارئین جو ترجمہ ہی دیکھتے ہیں عربی نہیں سمجھتے وہ سمجھیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جماعت کے بعد بلند آواز سے کلمۂ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے تھے۔ کیونکہ لا الہ الا اللہ سے پورا کلمہ مراد ہوتا

ہے۔

من مات وھو یعلم انہٗ لا الہ اللہ دخل الجنۃ سے پورا کلمہ مراد ہے اور الحمد پڑھنے سے پوری فاتحہ شریف کا پڑھنا مراد ہوتا ہے اور قل ھو اللہ احد پڑھنے سے پوری ساری سورۃ اخلاص کا پڑھنا یہ محض الزام اور بدگمانی نہیں بلکہ حقیقت ہے اس کا ثبوت وہ خود پیش فرما رہے ہیں فرماتے ہیں۔ لہٰذا فرض نماز کے بعد فوراً بلند آواز سے کلمہ پڑھنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے چونکہ ان حضرات نے نماز کے بعد کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بلند آواز سے پڑھنا اپنا معمول بنالیا ہے اس لئے اس حدیث مبارکہ سے بھی اپنا معمول ہی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں اور اپنے اس معمول مروج کو سنت فرمارہے ہیں معلوم نہیں مؤلف رشد الایمان نے اس معمول مروج کا سنت ہونا کس کتاب میں پڑھا ہے فقہ کی کسی کتاب میں تو سنت نہیں لکھا حضرات آئمہ اربعہ رحمہم اللہ عنہم اجمعین تو نماز کے بعد مطلق ذکر با آواز بلند کے مستحب ہونے کے قائل بھی نہیں بلکہ مستحب نہ ہونے پر متفق ہیں۔

نماز کے بعد بلند آواز سے کلمہ شریف لا الہٰ الا اللہ محمد رسول پڑھنا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں۔ اور اس مذکورہ بالا پوری دُعا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نماز کے بعد بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ اور جس کا یہ پڑھنا اس حدیث سے ثابت ہے ولو کرہ الکافرون تک اس کے بارے میں کچھ نہیں لکھا کہ مستحب یا سنت ہے ہمیشہ پڑھتے رہے یا تھوڑا وقت موجودہ دور میں اس موضوع پر شائع ہونے والی کتابوں میں اپنا معمول مروج ثابت ہی کیا جارہا ہے یہی وجہ ہے کہ دُعا پابند جماعت نمازیوں کو بھی یاد نہیں۔

الا ماشاء اللہ اور نہ ہی اُس دُعا کا پڑھنا مروج ہے اگر اس دعا مبارکہ کے بارے میں بھی بتایا جاتا جس طرح کلمہ طیبہ اور درود شریف کے بارے میں بتایا جارہا ہے تو لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلنے والے ان الفاظ مبارکہ کو پڑھنے کی سعادت و شرف بھی حاصل کرتے۔ زیر بحث کتاب ص 110 تا 112۔

الجواب: پہلے تو شرقپوری صاحب بتائیں کہ وہ بغیر کسی حیلہ و حجت احادیث میں مذکورہ

دُعائیں جماعت کے بعد با آواز بلند پڑھنے کے قائل بھی ہیں۔ جب قائل ہی نہیں بلکہ حیلے بہانے سے مانع ہیں تو پھر اسے اس اعتراض کا کیا حق ہے جی حدیث میں مروی تمام دُعا کو نہیں پڑھتے صرف لا الہ الا اللہ تک پڑھتے ہیں۔

ثانیاً: لا الہ الا اللہ اور آخر میں محمد رسول اللہ پڑھنے سے یہ مراد نہیں کہ کوئی معاذ اللہ احادیث میں واردہ باقی اذکار و دعاؤں کا انکاری ہو مقصد یہ ہوتا ہے کہ کلمہ شریف تو ہر ایک مسلمان کو یاد ہوتا ہے جب کہ باقی اذکار دعائیں کسی کو تاکہ سب ملکر ذکر کر سکیں اور ذکر کے ثواب و برکت سے کوئی شخص محروم نہ رہے۔

ثالثاً: شرقپوری صاحب کو یہ تو اقرار ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے بعد بلند آواز سے دُعا پڑھتے تھے اس اقرار پر اس کے یہ الفاظ شاہد ہیں کہ اس مذکورہ بالا پوری دعا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نماز کے بعد بلند آواز سے پڑھتے تھے اور جس کا پڑھنا اس حدیث سے ثابت ہے۔ ولو کرہ الکافرون۔ تک اس کے بارے کچھ نہیں لکھا کہ مستحب ہے یا سنت ہمیشہ پڑھتے رہے یا تھوڑا وقت۔ فقیر عرض کرتا ہے کہ حضرت جی جب مطلقاً نماز کے بعد بلند آواز ذکر ثابت ہے تو پھر تھوڑا وقت یا زیادہ وقت کی قید سے بلا دلیل مقید کرنا عند الاصول درست نہیں ہم کیونکر مقید کہیں اگر آپ کے پاس دلیل ہے کہ ذکر تھوڑا وقت ہونا چاہیے تو پیش کریں نیز آپ تھوڑا وقت ہی مان لیں اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ بلند ذکر کرنا ثابت تو ہے مگر نمازی کے پاس جائز نہیں تو آپ کے ذمہ ہے کہ آپ ثابت کریں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم نماز کے بعد با آواز بلند ذکر فرماتے تھے اس وقت کوئی نمازی پاس موجود نہ ہوتا تھا پھر آپ یہ بھی فرما چکے ہیں کہ حدیث مبارکہ کے مقابلہ میں کسی بڑی سے بڑی شخصیت کی بھی نہیں مانی جائے گی۔ تو آپ حدیث مبارکہ سے نماز کے بعد بلند ذکر کو ثابت بھی مان رہے ہیں اور ساتھ فقہاء کے اقوال کی غلط تشریح کر کے جماعت کے بعد نمازی کے پاس بلند ذکر سے منع بھی کر رہے ہیں یہ ان احادیث کا انکار نہیں جن سے جماعت کے بعد ذکر بالجہر ثابت ہے تو اور کیا ہے۔ ایضاً

ہر کام جو حدیث سے بلا نسخ ثابت ہو اسے مستحب اور مطلقاً سنت کہنا درست ہے ہاں سنت مؤکدہ تب کہیں گے جبکہ اس کام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوام ثابت ہو کیا ہمارے علماء میں سے کسی نے بعد از جماعت بلند ذکر کو سنت مؤکدہ کہا ہے؟

مولانا شرقپوری صاحب کا یہ کہنا کہ حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تو نماز کے بعد مطلق ذکر با آواز بلند کے مستحب ہونے کے بھی قائل نہیں بلکہ مستحب نہ ہونے پر متفق ہیں اس زیر بحث کتاب کے صفحہ نمبر 92 پر مزید لکھتے ہیں: استحباب کے قائل بعض متقدمین ہیں اور متاخرین میں سے صرف ابن حزم غیر مقلد اور ہمارے چاروں آئمہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے مقلدین اور ان کے غیر عدم استحباب پر متفق ہیں۔ اب اس کی تحقیق قارئین کرام کے پیش لائی جاتی ہے کہ شرقپوری صاحب کے اس قول میں کتنی حقیقت پائی جاتی ہے کہ آئمہ اربعہ اور ان کے سب مقلدین جماعت کے بعد ذکر بالجہر کے عدم استحباب پر متفق ہیں۔

اوّل: جس قول کا سہارا شرقپوری صاحب لے رہے ہیں وہ صرف ابن بطال کا ہے جس میں یہ کوئی ثبوت نہیں کہ ابن بطال نے یہ قول آئمہ اربعہ کی کون کون سی کتاب سے نقل کیا ہے یا کن حضرات کے واسطہ سے اس تک پہنچا ہے کہ چاروں امام ذکر بالجہر کے عدم استحباب پر متفق ہیں اور یہ کہ ان کے مقلدین ذکر بالجہر کو مستحب نہ جاننے پر متفق ہیں پھر اس کا خلاف حقیقت بھی ہونا مخفی نہیں کیونکہ چاروں آئمہ کے مقلدوں کی کتب سے جماعت کے بعد بلند ذکر کے استحباب کا ثبوت بکثرت ملتا ہے۔

دوم: اگر بقول شرقپوری صاحب آئمہ اربعہ اور ان کے مقلدین ذکر بالجہر کے عدم استحباب پر جمع ہیں تو پھر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیوں فرماتے ہیں کہ کسی شرعی مانع کے سوا بالعموم ذکر و دورد شریف بالجہر جائز و مستحب ہے کیا آپ چاروں اماموں اور ان کے مقلدین کے مؤقف و مذاہب سے بے خبر تھے؟

سوم: آپ کو تو بعد از جماعت نمازی کے پاس مطلق ذکر بالجہر کے عدم جواز پر فقہاء کے اقوال پیش کرنے چاہیے تھے کیونکہ آپ نمازی کے پاس مطلق جہر کے عدم جواز کے قائل

ہیں۔

چہارم: ابن بطال کے جس قول کا شرقپوری صاحب نے سہارا لیا ہے کہ آئمہ مذاہب اور ان کے مقلدین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم ذکر بالجہر کے عدم استحباب پر متفق ہیں۔ اس کے عدم صحت پر واضح ثبوت موجود ہیں۔

اوّل یہ کہ ان احادیث صحیحہ مرفوعہ کے خلاف ہے جن سے علماء نے ذکر بالجہر کے استحباب پر استدلال کیا ہے۔

دوم: اس قول میں تو مطلق کہا گیا ہے کہ ذکر جہر کے عدم مستحب ہونے پر آئمہ مذاہب اور ان کے مقلدین متفق ہیں۔ حالانکہ ایام تشریق میں ہر فرض نماز با جماعت کے بعد متصل اہل مصر پر اور مقیم بالمصر کی اقتداء کرنے والے مسافروں پر اور عید الاضحیٰ کی نماز کو جاتے ہوئے راستے میں بلند تکبیریں بالاتفاق سنت ہیں اور عید الفطر کی نماز کو جاتے راستے میں صاحبین کے نزدیک عید الاضحیٰ کی طرح بلند تکبیریں سنت امام صاحب کی مشہور روایت یہ کہ عید الفطر کو جاتے ہوئے بلند تکبیریں نہ کہیں جائیں جبکہ دوسری روایت امام صاحب سے بھی صاحبین کی طرح ہے۔ فتاویٰ شامی۔ حاشیہ طحطاوی۔ الجوہرۃ النیرہ۔

اس کے علاوہ بھی بعض مقام پر علماء نے بلند تکبیروں کو سنت یا مستحب کہا ہے اس سبب کے بوجود ابن بطال کے قول کو کیسے درست مانا جائے کہ ذکر بالجہر کے عدم استحباب پر آئمہ مذاہب اور ان کے مقلدین حضرات کا اتفاق ہے۔ مولانا شرقپوری صاحب کا مؤقف فرماتے ہیں۔ نمازی کے پاس با آواز بلند پڑھنا ہی نمازی کو اذیت دینا اور خلل میں ڈالنا ہے۔ زیر بحث کتاب ص 136۔

الجواب اوّلاً: حضرت صاحب دوسروں سے تو بات بات پر مطالبہ کرتے ہیں کہ جی فلاں مسئلہ کی اصل قرآن حدیث یا کتب فقہ سے دکھائی جائی۔ مگر اپنے خود ساختہ مؤقف پر کوئی دلیل نہیں دی کہ یہ کون سی حدیث یا فقہ کی کتاب میں ہے کہ ایسا کام نمازی کے پاس یا نمازی کے لئے نہ کیا جائے جس سے اسے مزا اور راحت ہو یا فقہاء نے فرمایا ہو کہ نمازی کے پاس

ایسا کام نہ کیا جائے جس سے اسے مزا اور راحت ہو۔

ثانیاً: مولانا صاحب کا یہ فرمان ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ جس ذکر سے نمازی کو مزا اور راحت ہو اس سے اس کو اذیت پہنچتی ہے یہ تو اجتماع ضدین ہوا حالانکہ علماء اصولیین کا فرمان ہے کہ الضدان لایجتمعان دو ضدیں جمع نہیں ہوتی۔

ثالثاً: حضرت کو چاہیے کہ مساجد میں اے سی ہیٹر پنکھے اور قالینوں کے ناجائز ہونے کا فتویٰ صادر فرما دیں کیونکہ ان سے نمازیوں کو مزا اور راحت حاصل ہوتے ہیں جو کہ حضرت کے نزدیک نمازی کے لئے اذیت اور نماز میں خلل کا باعث ہوتے ہیں حضرت صاحب کو میرا مشورہ ہے کہ ایسے کلیے اور مفروضے اپنے مریدین وعقیدت مندوں تک محدود رکھا کریں اور ان سے داد وتحسین حاصل کیا کریں۔ کیونکہ مولانا شرقپوری صاحب کا مؤقف عجیب وغریب ہے اس لئے اس کے ثبوت کے لئے دلائل بھی عجیب وغریب فرماتے ہیں جو کہ نمازی کے پاس جماعت کے بعد ذکر بالجہر کے ناجائز ہونے پر آج تک کسی اور نہیں دیئے صرف ان کی اپنی دریافت ہے ملاحظہ ہوں۔

شرقپوری صاحب کے نرالے دلائل:

اَلَا اِنَّ کُلَّکُمْ مُنَاجٍ رَبَّہٗ۔ خبردار بے شک تم تمام اپنے ربّ سے مناجات کرنے والے ہو۔ دوسری دلیل اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَلَا یَبْصِقُ اَمَامَہٗ فَاِنَّمَا یُنَاجِیَ اللّٰہَ مَا دَامَ فِیْ مُصَلَّاہٖ۔ جب تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکے پس سوا اس کے نہیں کہ وہ اللہ سے التجا کرتا ہے جب تک نماز میں ہو۔

تیسری دلیل: پھر مؤکد بہ نون ثقلیہ فرمایا: فَلَا یُؤْذِیَنَّ بَعْضُکُمْ بَعْضًا۔ تمہارے بعض بعض کو ہرگز اذیت نہ دیں۔

چوتھی دلیل: فلا یرفع بعضکم علٰی بعض فی القراءۃ اور السنن الکبریٰ بیہقی میں ہے کہ وَلَا یَرْفَعَنَّ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الْقِرَاءَۃِ فِی الصَّلٰوۃِ۔ شرقپوری صاحب اس کا ترجمہ کرتے ہیں تو تمہارا بعض بعض کو ہرگز اذیت نہ دے اور تمہارا بعض بعض پر نماز میں

قرأت میں ہر گز آواز بلند نہ کرے۔ شرقپوری صاحب مذکورہ احادیث کے ٹکڑوں سے استد لال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ معلوم ہوا نمازی کے پاس بلند پڑھنا ہی نمازی کو اذیت دینا ہے اوراس کے سننے سے جس طرح نماز کا بھولنا دشواری سے نماز پڑھنا اذیت وخلل ہے، مزا آنا راحت ہونا بھی اذیت وخلل ہے اس لئے کہ یہ مزا اور راحت نمازی کی اپنے ربّ سے مناجات اور راز کہنے اور ہم کلام ہونے اور متوجہ ہونے میں حائل وحجاب و رکاوٹ ہے۔ راحت ومزہ ضرور اذیت کہ وہ نمازی کے اپنے ربّ سے مناجات وہمکلامی وحضور خالص سے توجہ ہٹانے والا ہے۔

الجواب اوّلا: حضرت صاحب دوسروں کو تو تنبیہ فرما رہے تھے کہ ہمارا حق نہیں بنتا کہ ہم اپنی طرف سے احادیث سے استدلال کریں ہم کوئی مجتہد نہیں ہمیں تو فقہاء کے استدلال پر ہی انحصار کرنا چاہیے۔ مگر جب اپنے خود ساختہ مؤقف پر دلائل کی ضرورت درپیش آئی تو خود ہی شارح اور خود ہی مجتہد بن بیٹھے۔ دلائل تو مولانا صاحب کو دینے چاہیے تھے کہ نمازی کے پاس اس قدر بلند ذکر جس کی آواز نمازی تک پہنچے اسے ایذا دیتا ہے اور ایذا کا منع ثابت کرتے اور یہ ثابت کرتے کہ مزا اور راحت بھی نمازی کو اذیت دیتے ہیں۔

ثانیاً: حضرت صاحب سے پوچھا جائے کہ اگر حدیث شریف میں سامنے اور دائیں تھوکنے سے اس لئے منع فرمایا کہ اس سے نمازی کو ایذا ہوتی ہے تو پھر بائیں یا جھک کر قدموں کے نیچے تھوکنے سے آپ کے اجتہاد کے مطابق اسے ایذا نہیں پہنچتی۔ حضرت صاحب نمازی کی اذیت کو تو کوئی بھی جائز نہیں کہتا لیکن یہاں مسئلہ نمازی کے اذیت کا نہی بلکہ سامنے تھوکنے سے کعبہ کے احترام کے پیش نظر منع فرمایا اور دائیں طرف سے منع کی علت حدیث شریف میں فرشتہ کی اذیت بیان فرمائی۔ بخاری ومسلم ج اوّل۔

ثالثاً: جب کئی لوگ قرآن پڑھتے ہوں تو سب کا یا کچھ کا بلند قرآن پڑھنا نماز کے علاوہ بھی منع ہے اس میں نمازی کی اذیت کا مسئلہ نہیں بلکہ اس لئے منع ہے کہ جب کوئی بلند تلاوت کرتا ہو تو دوسروں کو سننا واجب ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا۔

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو۔

لہٰذا یہ دلیل شرقپوری صاحب کے مؤقف کو مفید نہیں۔

رابعاً: مولانا شرقپوری صاحب اپنے اس موقف کو کہ بلند ذکر سے نمازی کو ایذا پہنچتی ہے کو ثابت کرنے کے لئے اس قدر سرگشتہ ہیں کہ دو حدیثوں کے ترجمہ کو اس صفائی کے ساتھ یک جا کر دیا کہ عامۃ الناس جانیں بلند قرأت سے اس لئے منع فرمایا کہ اس سے نمازی کو اذیت ہوتی ہے۔ استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری مدظلہ العالی نے مصنف کی متنازع کتاب پر تنقید کرتے ہوئے مجدد دین و ملت امام الشاہ احمد خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شہرہ آفاق فتاویٰ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ۔ عوام کو اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو محض بد خواہی عام مسلمین ہے اس کا ارتکاب وہی شخص کریگا جو مقاصد شرع سے جاہل و ناواقف ہو یا مسلمانوں میں اختلاف ڈال کر اپنی رفعت و شہرت چاہتا ہو اس پر شرقپوری صاحب اعتراضات کرتے ہیں کہ۔

اگر امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ کا پور فتویٰ تحریر فرما دیتے۔ تو واضح ہو جاتا کہ اس ذکر سے مراد جنازے کے ساتھ ذکر بالجہر ہے کہ یہ ایسا ذکر ہے جو شرعاً گناہ نہیں واقعی اس ذکر سے منع کرنا محض بد خواہی عام مسلمین ہے اس کا ارتکاب وہی شخص کرے گا جو مقاصد شرع سے جاہل و ناواقف ہے یا مسلمانوں میں اختلاف ڈال کر اپنی رفعت و شہرت چاہتا ہو۔

زیر بحث کتاب ص 150

الجواب: شرقپوری صاحب کی مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ اس نے مولانا عبد الحکیم شرف قادری صاحب کی طرف خیانت کو منسوب کیا ہے کہ انہوں نے امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا پورا فتویٰ نقل نہیں کیا اگر پورا فتویٰ بیان کر دیتے تو واضح ہو جاتا کہ اس ذکر سے مراد جنازے کے ساتھ ذکر جہر ہے حالانکہ شرقپوری صاحب نے خود غلط بیانی

کا ارتکاب کیا ہے کیونکہ امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زیر بحث فتویٰ ہے تو ذکر جنازہ کے ساتھ کے متعلق مگر مراد یہاں عام ذکر ہے جیسا کہ مولانا عبد الحکیم شرف نے فرمایا فتویٰ کی بحث سے متعلق عبارت ملاحظہ ہو فرماتے ہیں۔ اور عوام کو اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو محض بد خواہی عام مسلمین ہے اور اس کا مرتکب نہ ہو گا مگر جو مقاصد شرع سے جاہل و ناواقف ہو یا مسلمانوں میں اختلاف ڈال کر اپنی رفعت و شہرت چاہتا ہو بلکہ آئمہ ناصحین تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ منع کرنا اس منکر سے ضروری ہے جو بالا جماع حرام ہے بلکہ تصریحیں فرمائیں کہ عوام اگر کسی طرح یاد خدا میں مشغول ہوں ہرگز منع نہ کیا جائیں اگرچہ وہ طریقہ اپنے مذہب میں حرام ہو۔ فتاویٰ رضویہ طبع قدیم ج 4 ص 5۔ اب بتائیں جو فرمایا: اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو سے واضح ہے کہ مراد عام ذکر ہے۔ جنازہ کے ساتھ خاص نہیں۔ مولانا شرقپوری صاحب اس فتویٰ کی زد میں تھے اسی لئے من گھڑت تشریح سے اسے خاص جنازہ سے متعلق کر دیا تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری پھر فتویٰ میں ہے کہ۔ منع کرنا اس منکر سے ضروری ہے جو بالا جماع حرام ہو اب شرقپوری صاحب بتائیں کہ جماعت کے بعد نمازی کے پاس مطلق جہر کو فقہاء نے حرام کہا ہے اگر نہیں تو پھر یہ کیوں منع کرتے ہیں نیز کس قدر فتویٰ مبارکہ میں فقہاء کی تحریر میں تاکید ہے کہ عوام اگر کسی طرح یاد خدا میں مشغول ہوں ہرگز منع نہ کیے جائیں اگرچہ وہ طریقہ اپنے مذہب میں حرام ہو جماعت کے بعد تو نمازی کے ہوتے ہوئے مذہب اہلسنت میں ذکر بالجہر حرام نہیں بلکہ احادیث میں اس کا ثبوت ہے اور فقہاء نے اس کو مستحب و جائز کہا ہے پھر شرقپوری صاحب اسے کیوں منع کرتے ہیں؟ پھر ساتھ دعویٰ بھی ہے کہ میں اعلیٰ حضرت اور دیگر فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کے فتاویٰ کے عین مطابق مسئلہ بیان کرتا ہوں۔ عبد الغفور شرقپوری صاحب نے مولانا عبد الحکیم صاحب پر یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ سے جتنا حصہ بیان کیا ہے۔ اس سے اصل مسئلہ میں رخصت کی نوعیت معلوم نہیں ہوئی تو فقیر جواباً عرض کرتا ہے کہ فتویٰ شریفہ کی جس عبارت سے مولانا

شرف صاحب نے استدلال کیا ہے اس میں رخصت کی نوعیت واضح ہے کہ عوام کو اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع نہ کیا جائے جو شرعاً گناہ نہ ہو ذکر شرعاً گناہ نہ ہونا رخصت کی نوعیت ہے البتہ یہ معلوم نہیں کہ حضرت کس طرح کی نوعیت کے طالب ہیں اگر یہ ان کا اعتراض درست ہے تو پھر اعتراض اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر آیا نہ کہ مولانا شرف صاحب پر اصل میں مولانا شرقپوری صاحب بتانا یہ چاہتے ہیں کہ کبھی رخصت عارضی و وقتی ہوتی ہے بعد میں عوام کو بتانا چاہیے کہ یہ کام نہ کرو جیسا اس کی زیر بحث کتاب کے صفحہ 156 کے اقتباسات سے ظاہر ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ایسا ذکر جس کی شرعاً ممانعت نہ ہو وہ حسن لذاتہٖ ہے لہٰذا اس میں رخصت عام و ہمیشہ رہے گی۔

واللہ اعلم بالصواب۔

فقیر محمد محبت علی قادری عفی اللہ عنہ

قابلِ مطالعہ کتابیں

مکتبہ قادریہ سکندریہ حزب الاحناف گنج بخش روڈ۔ لاہور